ماہنامہ

خالد

احمدی نوجوانوں کیلئے

ستمبر 2002ء

مدیر
اسفندیار منیب

خلیفۂ وقت کی بات کو نظر انداز کرنا باغیانہ رجحان ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:-

’’میں ان (مجالس عاملہ) کو متوجہ کرتا ہوں کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے آپ کو کوئی بات پہنچائی جائے تو اس میں ایک حکمت ہوتی ہے اس میں ایک فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے نظر انداز کرنے سے آپ بہت سی سعادتوں سے محروم رہ جاتے ہیں اور جو کھلی کھلی بر سر عام ہدایت دی گئی ہے اس کی خلاف ورزی کرنا تو ایک قسم کا باغیانہ رجحان ہے۔

پس نظام جماعت کے نمائندہ لوگوں کا فرض بن جاتا ہے کہ جب کبھی ان کو کوئی ایسی ہدایت دی جائے وہ اس پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ اس میں بہت بڑی سعادت ہے اس کے نتیجہ میں خدا اُن کو بہت ساری نیکیاں نصیب فرمائے گا بہت ساری نئی نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے گا ان کی کوشش کو مزید پھل لگنے شروع ہو جائیں گے‘‘

(۲۵ نومبر ۱۹۸۷ء)

ستمبر 2002ء تبوک 1381ھش

جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	سوموار	اتوار	ہفتہ
6	5	4	3	2	1	
13	12	11	10	9	8	7
20	19	18	17	16	15	14
27	26	25	24	23	22	21
			30	29	28	

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ خالد

جلد نمبر 49 شمارہ نمبر 9

ستمبر 2002ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ 2
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم 3
جستہ جستہ 7
ہمارے مہدی علیہ السلام 9
تعارف کتب 14
شگفتہ تحریر 15
حضرت حافظ روشن علی صاحب 18
اعلانِ وفات 24
قرارداد تعزیت 26
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم 27
کنگسٹن سے شکاگو تک 31
تاریخ احمدیت 37
گوشۂ سائنس 39
قراردادِ تعزیت صدر انجمن احمدیہ ...41
اشتہارات

تصویر سرورق

وادی گلگت میں واقع چوٹی ''راکاپوشی'' جو 7816 میٹر بلند ہے۔

قیمت ۱۰ روپے سالانہ ۱۰۰

مدیر
اسفندیار منیب

نائبین
محمود احمد انیس - فرید احمد ناصر

معاونین
احمد طاہر مرزا - میر انجم پرویز

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر
ٹائٹل ڈیزائننگ: شیخ خالد محمود پانی پتی
پیج لے آؤٹ: شیخ نصیر احمد
پبلشر: قمر احمد محمود
مینیجر: سلطان احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت: ایوان محمود دارالصدر جنوبی

اداریہ

جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز

جماعت احمدیہ کی تاریخ ہر لحاظ سے خوبصورت روایات کی امین رہی ہے۔ خصوصاً ملکی دفاع کے اعتبار سے تو روشن اور بے نظیر کردار کی حامل ہے۔ جب بھی کبھی ملکی دفاع کا موقع آیا جماعت احمدیہ ہمیشہ سب سے آگے ہراول دستہ کے طور پر رہی ہے۔ چاہے وہ فرقان بٹالین کی شکل میں ہو یا پاکستان کے شیر دل سپوتوں کی صورت میں ہو۔ جیسے جنرل اختر حسین ملک، جنرل عبدالعلی ملک، افتخار جنجوعہ اور بہت سے ایسے اور جوانمرد۔

ہماری تاریخ وفاداری، ایمانداری، امن پسندی، شجاعت، دلیری اور جوانمردی کے خصائلِ نبیلہ سے مرصّع ہے اور آئندہ بھی رہے گی اور یقیناً ہم اپنے محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان فیض ترجمان سے ادا ہوئے ان الفاظ کی حرمت کے ہمیشہ پاسبان رہیں گے۔

"ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس محبت میں سب سے پیش پیش ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وطن ہم سے کیا سلوک کرے ہم بہر حال اس وطن کے لئے ہر خطرے میں انشاء اللہ سب سے آگے کھڑے ہوں گے۔ ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لئے"۔

(ماہنامہ "خالد" نومبر، دسمبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۹)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(حافظ مبشر احمد جاوید صاحب۔ بیوت الحمد ربوہ)

والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک

دنیا میں اکثر لوگ جب بالغ ہو جاتے ہیں اور بیوی بچوں کے فکر انہیں لگ جاتے ہیں تو ماں باپ سے حسن سلوک میں کمزوری دکھانے لگ جاتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ اس نقص کو دور کرنے کے لئے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو بار بار واضح فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور اُس نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا مستحق کون زیادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تیری ماں۔ اس نے کہا۔ پھر۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی تیری ماں۔ اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اس کے بعد۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کے بعد تیری ماں۔ اُس نے چوتھی دفعہ کہا یارسول اللہ ﷺ اس کے بعد۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر تیرا باپ پھر جو اس کے رشتہ دار ہوں پھر جو ان کے بعد رشتہ دار ہوں۔

(بخاری کتاب الادب من أحق الناس بحسن الصحبة و مسلم)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ انصاری مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ ان کے کھجوروں کے باغات تھے جن میں سب سے زیادہ عمدہ باغ بیر حا نامی تھا جو حضرت طلحہؓ کو بہت پسند تھا اور مسجد نبوی کے سامنے بالکل قریب تھا۔ آنحضرت ﷺ بالعموم اس باغ میں جاتے اور اس کا میٹھا اور عمدہ پانی پیتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جب تک تم اپنے پسندیدہ مال میں سے خرچ نہیں کرتے نیکی کو نہیں پا سکتے۔ تو حضرت ابو طلحہؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ آپ پر اس مضمون کی آیت نازل ہوئی ہے اور میری سب سے پیاری جائیداد بیر حا کا باغ ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس نیکی کو قبول کرے گا اور میرے آخرت کے ذخیرہ میں شامل کرے گا۔ حضور ﷺ اپنی مرضی کے مطابق اس کو اپنے مصرف میں لائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ واہ واہ! بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ مال ہے، بڑا نفع مند ہے اور جو تُو نے کہا ہے وہ بھی میں نے سُن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے وہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچیرے بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

(بخاری کتاب التفسیر)

رسول کریم ﷺ کے والد ماجد اور دادا تو آپ ﷺ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ بیویوں کے بزرگ موجود تھے۔ اور آپ ﷺ ہمیشہ اُن کا ادب کرتے تھے۔ جب فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ ایک فاتح جرنیل کے طور پر مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ صدیق اپنے والد صاحب کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا۔ ”آپ نے ان کو کیوں تکلیف دی مَیں خود ان کے پاس حاضر ہو جاتا“۔

(السیرة الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۹)

آپ ﷺ ہمیشہ اپنے صحابہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے بوڑھے ماں باپ کا زمانہ پائے اور پھر بھی جنت کا مستحق نہ ہو سکے تو وہ بڑا ہی بد بخت ہے۔ (مسلم کتاب البرّ والصلة) مطلب یہ کہ بوڑھے ماں باپ کی خدمت

انسان کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اتنا وارث بنا دیتی ہے کہ جس کو اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کا موقع مل جائے وہ ضرور نیکی میں مستحکم اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ایک شخص نے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں اُن سے نیک سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان سے احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔ مَیں اُن کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہوں۔ وہ مجھ سے ترش روئی سے پیش آتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر تو تمہاری خوش قسمتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی مدد تمہیں ہمیشہ حاصل رہے گی۔

(مسلم کتاب البر والصلة)

آپ ہمیشہ اس بات کی نصیحت کیا کرتے تھے کہ حسن سلوک میں مذہب کی کوئی شرط نہیں۔ غریب رشتہ دار خواہ کسی مذہب کے ہوں۔ ان سے حسن سلوک کرنا نیکی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی ایک بیوی مشرکہ تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اسماءؓ نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا مَیں اس سے حسن سلوک کر سکتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ضرور وہ تیری ماں ہے تو اس سے حسن سلوک کر۔ (بخاری کتاب الادب)

غلاموں سے حسن سلوک

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا آپ ﷺ ہمیشہ ہی وعظ فرماتے رہتے۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد تھا کہ اگر کسی شخص کے پاس غلام ہو اور وہ اس کو آزاد کرنے کی توفیق نہ رکھتا ہو تو اگر وہ کسی وقت غصہ میں اس کو مار بیٹھے یا گالی دے تو اُس کا کفارہ یہی ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم کتاب الایمان)

حضرت عبادہ بن ولیدؓ جو عبادہ بن صامتؓ کے پوتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم آنحضرت ﷺ کے صحابی ابو یسرؓ سے ملے۔ ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا۔ ابو یسرؓ نے تہبند اور رنگ کی اور قمیض اور رنگ کی پہن رکھی تھی اور غلام نے بھی ایسا ہی لباس پہنا ہوا تھا۔ میرے والد نے ان سے کہا اے چچا۔ اگر آپ اپنے غلام سے تہبند والا کپڑا لے لیتے اور قمیض والا کپڑا اسے دے دیتے یا اس کا اُلٹ کر لیتے تو دونوں کا ایک ہی رنگ کا سوٹ بن جاتا۔ اس پر ابو یسر نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ اے میرے بھتیجے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت اور سمجھ دے میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور ان دونوں کانوں نے سنا اور اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ اس دل میں یہ بات تازہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا تم اپنے غلاموں کو بھی وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ وہی لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر میں اس سے دنیوی مال و متاع میں برابر کا سلوک کروں تو یہ میرے لئے اس بات سے بہت زیادہ آسان ہے کہ یہ اگلے جہان میں میری نیکیاں لے جائے۔ یعنی اگر اس سے میں حسن سلوک نہ کروں تو اگلے جہاں میں اللہ تعالیٰ اسے میری نیکیاں عطا کر دے گا اور میں خالی رہ جاؤں گا۔ (مسلم کتاب الزہد)

حضرت معرور بن سویدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ کو دیکھا کہ جیسے اُن کے کپڑے تھے ویسے ہی ان کے غلام کے تھے اس کی وجہ پوچھی کہ آپ کے کپڑے اور آپ کے غلام کے کپڑے ایک جیسے کیوں ہیں تو اُنہوں نے بتایا کہ میں نے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص کو اس کی ماں کا طعنہ دیا جو لونڈی تھی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تُو تو ایسا شخص ہے جس میں ابھی تک کفر کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ غلام کیا ہیں تمہارے بھائی ہیں اور تمہاری طاقت کا ذریعہ ہیں خدا تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت وہ کچھ عرصہ کے لئے تمہارے قبضہ میں آ جاتے ہیں پس چاہیئے کہ جس کا بھائی اس کی خدمت تلے آ جائے وہ جو کچھ

خود کھاتا ہے اسے کھلائے اور جو کچھ خود پہنتا ہے اُسے پہنائے۔ اور تم میں سے کوئی شخص کسی غلام سے ایسا کام نہ لے جس کی اُسے طاقت نہ ہو اور جب تم انہیں کوئی کام بتاؤ تو خود بھی ان کے ساتھ مل کر کام کیا کرو۔ (مسلم کتاب الایمان)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا نوکر کھانا تیار کر کے لائے اور تم اسے اپنے پاس بٹھا کر نہ کھلا سکو تو کم از کم ایک دو لقمے تو اسے کھانے کو دیدو کیونکہ اس نے یہ کھانا محنت کر کے تمہارے لئے تیار کیا ہے۔ اس میں اس کا بھی حق ہے۔ (بخاری کتاب العتق)

اسی طرح آپ ﷺ غلاموں کو آزاد کرنے کے متعلق اتنا زور دیتے تھے کہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے جو شخص کسی غلام کو آزاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کے ہر عضو پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دے گا۔ پھر آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ غلام سے اتنا ہی کام لو جتنا وہ کر سکتا ہے اور جب اس سے کوئی کام لو تو اس کے ساتھ مل کر کام کیا کرو تا کہ وہ ذلت محسوس نہ کرے۔ (مسلم کتاب الایمان)

اور جب سفر کرو تو یا تو اس کو سواری پر اپنے ساتھ بٹھاؤ یا اس کے ساتھ باری مقرر کر کے سواری پر چڑھو۔ اس بارہ میں آپ ﷺ اتنی تاکید فرماتے تھے کہ حضرت ابوہریرہؓ جو اسلام لانے کے بعد ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ کی اس تعلیم کو اکثر سنتے رہتے تھے وہ کہا کرتے تھے اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوہریرہؓ کی جان ہے اگر اللہ کے رستہ میں جہاد کا موقع مجھے نہ مل رہا ہوتا اور حج کی توفیق نہ مل رہی ہوتی اور میری بڑھیا ماں زندہ نہ ہوتی جس کی خدمت مجھ پر فرض ہے تو میں خواہش کرتا کہ مَیں غلامی کی حالت میں مروں۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ غلام کے حق میں نہایت ہی نیک باتیں فرمایا کرتے تھے۔

(مسلم کتاب الایمان)

آنحضرت ﷺ کا جانوروں سے حسن سلوک

آنحضرت ﷺ جانوروں تک پر ظلم کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت کو اس لئے عذاب ملا کہ اس نے اپنی بلی کو بھوکا مار دیا تھا۔ اس طرح فرماتے تھے کہ پہلی امتوں میں سے ایک شخص اس لئے بخشا گیا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ایک آدمی راستے پر جا رہا تھا اسے سخت پیاس لگی۔ وہ ایک کنویں پر گیا اور اس میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور گیلی مٹی پیاس کے مارے چاٹ رہا ہے اس نے دل میں کہا کہ پیاس کی وجہ سے اس کتے کو بھی اتنی ہی تکلیف پہنچی ہے جتنی تکلیف مجھے پہنچی تھی یہ سوچ کر وہ دوبارہ کنویں میں اترا۔ پانی سے اپنا موزا بھرا اور اس کو پکڑ کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کو قبول فرمایا اور اس کو بخش دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا چارپایوں پر رحم کرنے سے بھی ہمیں ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہر زندہ جان پر رحم کرنے میں ثواب ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک پیاسا کتا کنویں کا چکر لگا رہا تھا اور پیاس سے مرا جا رہا تھا کہ بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے دیکھ لیا۔ اس نے اپنا جوتا اتارا اور اس سے پانی بھر کر کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کی وجہ سے اُسے بخش دیا۔

(بخاری کتاب المساقاۃ)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دن اپنی سواری کے پیچھے مجھے بٹھایا اور کچھ راز کی باتیں مجھے بتائیں جنہیں میں کسی پر ظاہر نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ حوائج ضروریہ کے لئے پردے کا بڑا

خیال کرتے تھے اور دیوار یا کھجور کی جھاڑی وغیرہ کی اوٹ پسند فرماتے۔ چنانچہ قضائے حاجت کے لئے حضورﷺ ایک انصاری کے باغیچہ میں گئے تو ایک اونٹ حضورﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضورﷺ اس کے پاس گئے اور اس کے سر اور گدی پر ہاتھ پھیرا۔ اس پر اونٹ خاموش ہوگیا۔ پھر حضورﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نے آکر بتایا کہ حضورﷺ یہ میرا اونٹ ہے۔ حضورﷺ نے اس سے فرمایا۔ کیا تمہیں خوف خدا نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس اونٹ کا مالک بنایا ہے اور یہ شکایت کر رہا ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور مشقت کا کام لیتے ہو۔ یعنی زیادہ بوجھ لادتے ہو۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد)

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے آپﷺ کسی ضرورت کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ ہم نے حمرہ نامی ایک چڑیا دیکھی اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔ ہم نے اس کے دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ حمرہ نے سر پر منڈلانا شروع کر دیا۔ اس دوران حضور واپس تشریف لے آئے اور فرمایا کس نے اسے بچوں کی وجہ سے پریشان کیا ہے اس کے بچوں کو واپس لوٹا دو۔ پھر آپﷺ نے دیکھا کہ کسی نے چیونٹیوں کے بل کو جلا دیا ہے۔ آپﷺ نے فرمایا اسے کس نے جلایا ہے۔ آپﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی جاندار کو آگ سے جلائے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد)

آخر پر اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

ماہنامہ ''خالد'' کا گولڈن جوبلی نمبر

الحمدللہ ''خالد'' اپنی اشاعت کے پچاس سال اکتوبر 2002ء میں پورے کر رہا ہے۔ اس موقع پر ادارہ نومبر، دسمبر 2002ء کا شمارہ بطور گولڈن جوبلی نمبر نکال رہا ہے۔ جس میں:۔

ا۔ ''خالد'' کی اشاعت کا پس منظر اور پہلے شمارے کا تعارف

۲۔ مدیران ''خالد'' کے اسماء بمعہ تعارف و تصاویر مہتممین

۳۔ اشاعت اور اشاعت کمیٹیوں کے اسماء

۴۔ پرنٹرز، پبلشرز، مینیجرز، کمپوزرز اور پریس کا تعارف

۵۔ بعض پرانے قیمتی مضامین اور منظوم کلام

۶۔ نادر تصاویر و تحریرات کے

علاوہ بعض علمی، ادبی، سائنسی اور تحقیقی مضامین بھی شامل اشاعت ہونگے۔ انشاءاللہ

اس سلسلہ میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کسی کے پاس ''خالد'' کے حوالہ سے کوئی یادگار واقعہ یا کوئی تحریر ہو تو براہ کرم ہمیں ضرور بھجوائیں۔ اسی طرح اگر کوئی نادر تصاویر ہوں تو وہ بھی ضرور عنایت فرمائیں۔ وہ استعمال کے بعد شکریہ کے ساتھ بحفاظت واپس کر دی جائیں گی۔ انشاءاللہ

قارئین نوٹ فرمالیں کہ یہ ''نمبر'' دسمبر کے مہینہ میں شائع ہوگا اس لئے نومبر کا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ اس ''نمبر'' کے لئے اشتہار دینے والے احباب سے بھی گزارش ہے کہ وہ جلد سے جلد بکنگ کروالیں۔ تاکہ بروقت اشتہار شائع ہو سکے۔ (ادارہ خالد)

جستہ جستہ

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی کتاب ''آپ بیتی'' سے چند واقعات

شرک کا ایک نمونہ

میں ضلع ڈیرہ غازی خان کے ایک مقام روجھان میں مقیم تھا۔ اس علاقہ میں ایک مقبرہ رندانِ پیر کا ہے جو بہت بزرگ اور اہل اللہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس علاقہ کے رہنے والے اکثر بلوچ قوم کے تھے اور وہاں خدا کی طرح رندانِ پیر کی بھی پرستش ہوتی تھی۔ خدا کی قسم جھوٹی کھانا معمولی بات تھی۔ مگر رندان پیر کی قسم کھا کر جھوٹ بولنا تباہی کے مترادف تھا۔ اور مقامی عدالت میں یا رندان کی قسم لی جاتی تھی یا وہاں کے نواب کے سر کی۔ ایسی قسم کے بعد پھر کوئی گواہ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ ایک دن میرے شفاخانہ میں ایک مریض آیا۔ باتوں باتوں میں مَیں نے اُس سے پوچھا کہ ''تمہارے کتنے بیٹے ہیں؟'' اس سوال پر وہ خاموش سا ہو گیا پھر چشم پُر آب ہو کر کہنے لگا کہ ''رندانِ پیر نے دو بیٹے دیئے تھے رب نے کھس لئے''۔ یعنی رندان نے تو دو بیٹے دیئے تھے مگر خدا نے چھین لئے۔ یہ شرک کا ایک نمونہ تھا جو وہاں دیکھنے میں آیا۔

کفایت شعاری کا کمال

میرے ایک مہربان دوست تھے جو قریباً قریباً میرے کلاس فیلو تھے۔ وہ بی۔ اے کے پرائیویٹ امتحان کے لئے لاہور تشریف لائے اور میرے مکان پر ہی قیام فرمایا۔ مگر تھے نہایت جزرس اور کفایت شعار۔ ایک دن میں کالج سے گھر آیا تو دیکھا کہ جلیبیاں کھا رہے ہیں اور جلیبیاں بھی دو آنہ کی اکٹھی۔ حیران ہو کر مَیں نے پوچھا کہ ''حضرت! یہ فضول خرچی کیسی''؟ فرمانے لگے ''میں رات کو سوتا رہا، مطالعہ نہ ہو سکا، اس پر میں نے چاہا کہ اپنے نفس کے لئے کوئی سزا تجویز کروں۔ پہلے تو خیال آیا کہ خدا کے نام پر دو آنے دے دوں۔ مگر دل نے کہا کہ خیرات سے تو تیرے نفس کو خوشی ہوگی کیونکہ نیک کام ہے اس لئے زیادہ مناسب یہ معلوم ہوا کہ خود ہی دو آنہ کی جلیبیاں کھالوں تا کہ نفس کو سخت اذیت اور دکھ پہنچے اور آئندہ سستی نہ کرے۔ سبحان اللہ! دنیا میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جن کو خود اپنا مٹھائی کھانا کفایت شعاری کی وجہ سے سزا اور دکھ معلوم ہوتا ہے''۔

تلخ تجربہ

آج کل چاروں طرف نوٹ ہی نوٹ چلتے ہیں۔ مگر میری ملازمت کے زمانہ میں چاندی کے روپوں کی افراط تھی۔ لیکن ساری عمر یہی تلخ تجربہ رہا کہ جب لوگ گھر پر بلاتے تو اُن میں سے بہت سے اپنے گھر کے کھوٹے روپے کھروں کے ساتھ ملا کر بطور فیس جیب میں ڈال دیا کرتے۔ یہ بات ہمارے وقار کے خلاف تھی کہ اسی وقت وہ روپے نکال کر اور بجا کر دیکھے جاتے۔ کئی حیادار ڈاکٹر اس طرح نقصان اُٹھاتے رہتے ہیں مگر دینے والے ٹھگوں کے نیک اعمال ان ڈاکٹروں کے اعمال ناموں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ میرے خیال میں تو اس قسم کے سودے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

دو چور عورتیں

پانی پت میں میرے ہاں جب پہلی لڑکی (مراد حضرت مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) پیدا ہوئی تو

ان دنوں انفلوئنزا زوروں پر تھا۔لڑکی پیدا ہونے کے بعد اُس کی ماں نہایت سخت بیمار ہوگئی۔ اُدھر شہر میں موتا موتی لگ رہی تھی اور اِدھر ہمارے گھر میں سب بیمار پڑے ہوئے تھے۔ خدا کی قدرت کہ لڑکی ابھی ہفتہ بھر کی تھی اور برلب گور، کہ ایک لاوارث عورت وضع حمل کے لئے شفاخانہ میں آ گئی۔ رات کو اُس کے ہاں بھی لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر تو ہم نے اسے معقول تنخواہ اور کھانے کپڑے کے وعدہ پر اپنے گھر دوسرے دن ہی بُلا لیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میری لڑکی کی حالت سنبھلنے لگی اور وہ خدا کے فضل سے پل گئی۔ ورنہ جب پہلی دفعہ اُسے دائی کے سامنے لٹایا گیا تھا تو دائی نے پوچھا کہ لڑکی کا کیا نام ہے۔ کسی نے کہا مریم۔ وہ دودھ پلانے والی کہنے لگی۔تمہارے بچے اسی طرح سوکھ سوکھ کر مرجاتے ہوں گے جو مریم نام رکھا ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ وہ دائی تو لڑکی کو دودھ پلاتی تھی مگر ایک اور عورت لڑکی کے کھلانے پر بھی رکھ لی۔ یہ دونوں عورتیں ازحد چور تھیں۔ گھر میں کوئی چیز کہیں پڑی ہو نظر جھپکنے میں غائب ہو جایا کرتی تھی۔ ہم سخت تنگ اور حیران تھے۔ پتہ نہ لگتا تھا کہ دونوں میں سے کون چور ہے؟ آخر ایک دن ہمارے ہاں کہیں سے کچھ پیڑے آئے۔ میں نے اُن میں سے چند پیڑے لے کر اُن پر ایک ایک قطرہ جمالگوٹہ کے تیل کا ڈال کر ایک رکابی میں رکھ دیئے اور رکابی کارنس پر رکھ دی۔ پھر خود اس کمرہ سے ٹل گیا۔ دو گھنٹہ کے اندر اندر وہ سب پیڑے غائب تھے۔ اب ہم نے دونوں کو دیکھنا شروع کیا کہ کس پر روغن جمال گوٹہ کا اثر ہوتا ہے۔ جو قے کرے یا جسے اسہال جاری ہو جائیں۔ بس وہی چور ہے۔ آدھ گھنٹہ کے بعد برآمدہ میں سے دائی کی چیخیں سنائی دیں کہ ہائے میں مری۔ میرے کلیجہ میں درد ہے۔ پاس گئے تو اسے پہلے ابکائی آئی۔ پھر اس نے سب کھایا پیا نکال دیا۔ اس کے بعد ہر تھوڑے وقفہ کے بعد اسے استفراغ ہوتا رہا۔ میں نے بیوی سے کہا ’’یہی چور ہے۔ خیر معلوم ہو گیا۔ اب تم اسے کچھ دہی پلا دو اسے آرام آجائے گا‘‘۔ مگر وہ عورت یہی کہتی رہی کہ میرے کھانے کے ساتھ مکھی نگلی گئی ہے۔ یہ ابکائی کی وجہ ہے۔ دو منٹ کے بعد میں برآمدہ سے نکل کر صحن میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پاخانہ میں سے کھلائی بڑھیا چیخیں مار رہی تھی۔ ’’ارے کوئی سنبھالو میں مری‘‘۔ میری بیوی نے پاخانہ کا دروازہ کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسے اتنا بڑا دست آیا ہے کہ بیت الخلاء کا سارا فرش خراب ہو گیا ہے اور اُس کا تمام پاجامہ بھی تربتر ہے اور اسہال کا سلسلہ ایسا جاری ہے گویا کسی نے نلکہ کی ٹونٹی کھول دی ہو۔ بے چاری بڑھیا ایک درجن دستوں سے نڈھال ہو گئی۔ اُس وقت پتہ لگا کہ کمبخت دونوں برابر کی چور تھیں۔ خیر شام تک لشتم پشتم دونوں اچھی ہو گئیں اور اُن کو بھی ہماری حکمت کا پتہ لگ گیا۔ اس کے بعد انہوں نے پھر کبھی کوئی چیز چرا کر نہیں کھائی۔ اور ایک ہی نصیحت اُن کے لئے کارگر ہو گئی ورنہ گھر میں کسی خوردنی شے کا کھلا رہنا محال ہو گیا تھا۔ (ماخوذ از آپ بیتی)

☆☆☆

ہمارے مہدی علیہ السلام

(مرتبہ: احمد طاہر مرزا)

حضرت مولانا شیر علی صاحب نے ۲۶ دسمبر ۱۹۴۰ء کو قادیان کے جلسہ سالانہ پر ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں'' کے عنوان پر ایک خطاب فرمایا۔ اس میں سے بعض روایات ہدیہ قارئین کی جارہی ہیں۔

ہر کام سے پہلے دعا

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریق عمل تھا کہ ہر ایک اہم کام کے شروع کرنے سے پہلے ضرور دُعا کیا کرتے تھے اور دعا بطریق مسنون دعائے استخارہ ہوتی تھی۔ استخارہ کے نتیجہ میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ کوئی خواب آجائے جیسا کہ آج کل کے بعض صوفی استخارہ کرتے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ سے خبر طلب کرتے ہیں یہ طریق مسنون نہیں۔ اصل مقصد تو یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے خیر حاصل ہو اور دعائے استخارہ سے اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ جو کام ہمارے لئے بہتری اور بھلائی کا ہو وہ آسان ہو جاتا ہے۔ بغیر دقتوں کے حاصل ہو جاتا ہے اور قلب میں اس کے متعلق انشراح اور انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔

عموماً استخارہ رات کے وقت بعد نماز عشاء کیا جاتا ہے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر التحیات میں درود شریف اور دیگر مسنون دعاؤں کے بعد دعائے استخارہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد فوراً سو رہنا چاہیے اور باتوں میں مشغول ہونا مناسب نہیں ہوتا لیکن حسب ضرورت دوسرے وقت بھی استخارہ کیا جاسکتا ہے''۔

دعا اور استخارہ

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دوران ایام مقدمہ کرم دین میں ایک صاحب ابوسعید نامی کو جو ابوسعید عرب کے نام سے مشہور تھے۔ لاہور سے بعض اخباروں کے پرچے لانے کے واسطے بھیجا گیا انہیں کہا گیا کہ آپ سفر سے قبل استخارہ کرلیں۔ اس وقت نماز عصر ہونے والی تھی اور (بیت) مبارک میں احباب جمع تھے۔ وہاں ہی ان کے سفر کے متعلق تجویز قرار پائی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوسعید صاحب سے فرمایا کہ آپ نماز عصر میں ہی استخارہ کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور پھر لاہور چلے گئے۔ اور جس مقصد کے واسطے بھیجے گئے۔ اس میں کامیاب ہو کر واپس آئے''۔

مجلس میں دعائیں

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:

''گو بعض دفعہ کسی کی درخواست قبول کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بھی ہاتھ اُٹھا کر دُعا کر دیا کرتے تھے۔ مگر عام طور پر آپ کا طریق یہ تھا۔ کہ نمازوں کے اندر دُعا کرنے کو ترجیح دیتے تھے اور پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ کسی دوسرے وقت بھی تحریک دعا ہوتی تو آپ وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو جاتے اور دعا کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ ۱۹۰۴ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب بہت بیمار ہوگئے تھے

اور اس بیماری کی حالت میں ایک وقت تنگی اور تکلیف کا ان پر ایسا وارد ہوا کہ ان کی بیوی مرحومہ نے سمجھا کہ ان کا آخری وقت ہے۔ وہ روتی چیختی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پہنچیں۔ حضور نے تھوڑی سی مشک دی کہ انہیں کھلاؤ اور میں دعا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسی وقت وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو گئے۔ صبح کا وقت تھا۔ حضرت مفتی صاحب کو مشک کھلائی گئی اور ان کی حالت اچھی ہونے لگ گئی اور تھوڑی دیر میں طبیعت سنبھل گئی"۔

ہر دعا سے پہلے سورۃ فاتحہ

حضرت مولانا شیر علی صاحب حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی ایک روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں مَیں ہمیشہ یہ کوشش کرتا تھا کہ ہر مجلس میں اور ہر موقعہ پر حضرت صاحب کے قریب ہو کر بیٹھوں بعض دفعہ جب کوئی دوست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں دعا کی تحریک کرتے اور حضور اُسی مجلس میں دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے تو مَیں بہت قریب ہو کر یہ سننے کی کوشش کرتا کہ حضور کیا الفاظ مونہہ سے نکال رہے ہیں۔ بارہا کے تجربہ سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر دُعا میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ ضرور پڑھتے تھے اور بعد میں کوئی اور دعا کرتے تھے"۔

دعا اور صلوٰۃ

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور نماز میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے الصلوٰۃ ھی الدعاء صلوٰۃ ہی دُعا ہے۔...... جب انسان کی دعا محض دُنیوی امور کے لئے ہو۔ تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں۔ لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اُس کی رضا کو مدنظر رکھتا ہے اور ادب انکسار، تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔ اصل حقیقت دعا کی وہ ہے۔ جس کے ذریعہ سے خدا اور انسان کے درمیان رابطۂ تعلق بڑھے۔ صلوٰۃ کا لفظ پرسوز معنے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے۔ ویسی ہی گدازش دعا میں پیدا ہونی چاہیے۔ جب ایسی حالت کو پہنچ جائے جیسے موت کی حالت ہوتی ہے تب اس کا نام صلوٰۃ ہوتا ہے"۔

سب احباب کے لئے دعا

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی کہ ہر ایک دعا کے موقعہ پر اپنے خدام کو اپنی دعاؤں میں یاد کر لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت قاضی امیر حسین کا ایک خوردسال بچہ فوت ہو گیا۔ اس کے جنازہ کی نماز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود پڑھائی اور عموماً جنازوں کی نمازوں میں حضور خود ہی پیش امام ہوا کرتے تھے۔ اس وقت قادیان میں جماعت تھوڑی تھی۔ اس جنازہ میں شامل ہونے والے احباب کی تعداد ۱۴۔۱۵ کے قریب تھی۔ نماز کے بعد ایک شخص نے عرض کیا حضور میرے واسطے دعا کریں تو حضور نے فرمایا کہ میں نے تو ابھی اس نماز میں سب کا جنازہ پڑھ دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ صرف میت اور اس کے لواحقین کے لئے دعا نہیں کی تھی۔ بلکہ جتنے لوگ جنازہ میں شامل ہوئے سب کے لئے دعا کر دی تھی"۔

احباب سے دعا کروانا

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

''جب حضرت مفتی محمد صادق صاحب لاہور اکونٹنٹ جنرل کے دفتر ملازم تھے۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ملتان کے سفر پر تشریف لے گئے۔ لاہور میں حضور کو دوسری گاڑی کے انتظار میں ٹھہرنا پڑا۔ ان دنوں حضرت مفتی صاحب بیمار تھے۔ جب حضور لاہور اترے تو سٹیشن سے ان کی عیادت کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے جو محلہ ستھاں میں تھا اور انہوں نے کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ ایک گھنٹہ کے قریب ان کے پاس بیٹھے رہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ جب آپ تشریف لے جانے لگے تو انہیں فرمایا کہ مفتی صاحب آپ بیمار ہیں۔ بیمار کی بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ آپ ہمارے کام میں کامیابی کے لئے دعا کریں۔ بندہ بھی اس وقت حضرت مفتی صاحب کے پاس موجود تھا۔ یہ آخر اکتوبر ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے۔ اس طرح سے گاہے گاہے آپ دوسروں سے بھی اپنے مقاصد کے واسطے دعا کرایا کرتے تھے''۔

اگر بخل جائز ہوتا!

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے سوچا کہ بخل تو ناجائز ہے۔ کسی حالت میں انسان کو بخیل نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر بخل جائز ہوتا تو وہ کونسی چیز ہے جس کے دینے یا بتلانے میں مَیں بخل کرتا۔ میں نے بہت سوچا۔ مگر کوئی چیز میری نظر میں ایسی نہ آئی جس پر بخل کرنے کو میرا دل چاہتا سوائے اس کے کہ اس بات کے بتلانے میں بخل کرتا کہ دعا کتنی بڑی شاندار نعمت ہے اور کس آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے''۔

احباب کرام کے واسطے دعائیں

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان کرتے ہیں:

۲۵ فروری ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں اس بات کے پیچھے لگا ہوا ہوں کہ اپنی جماعت کے واسطے ایک خاص دعا کروں۔ دعا تو ہمیشہ کی جاتی ہے مگر ایک نہایت جوش کی دعا کرنا چاہتا ہوں جب اس کا موقع مل جائے''۔

اس سے ظاہر ہے کہ خاص دعاؤں کا وقت اور موقعہ اور ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ میسر نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں دیکھا جاتا تھا کہ جب کوئی دوست رخصت ہونے کی اجازت چاہتا تھا تو فرمایا کرتے تھے۔ کیا آپ دو چار روز اور نہیں ٹھہر سکتے اور اکثر خدام کو زیادہ سے زیادہ وقت قادیان میں رہنے کی ترغیب دیتے حالانکہ بظاہر کوئی کام ان کے ذمہ نہ ہوتا۔ اس کی اصل غرض یہی تھی کہ سامنے رہنے سے دعا کے خاص موقعہ میں شامل ہو جانا ممکن ہو جاتا۔

دعاؤں سے عربی کتب کی تصنیف

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:

''اپنے ابتدائی ایام تصانیف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کوئی کتاب عربی زبان میں نہیں لکھی تھی۔ بلکہ تمام تصانیف اردو میں یا نظم کا حصہ فارسی میں لکھا۔ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کیا کہ حضور کچھ عربی میں لکھیں۔ تو بڑی سادگی اور بے تکلفی سے فرمایا۔ مولوی صاحب میں تو عربی لکھنا نہیں جانتا مولوی صاحب بے تکلف آدمی تھے۔ انہوں

نے پھر عرض کیا کہ میں کب کہتا ہوں کہ حضور عربی جانتے ہیں۔ میری غرض تو یہ ہے کہ **کوہ طور پر جایئے اور وہاں سے کچھ لایئے**۔ فرمایا میں دُعا کروں گا۔ اس کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے اور جب دوبارہ باہر تشریف لائے تو ہنستے ہوئے فرمایا کہ مولوی صاحب میں نے دعا کر کے عربی لکھنی شروع کی تو یہ بہت ہی آسان معلوم ہوئی۔ چنانچہ پہلے میں نے نظم ہی لکھی اور کئی سو شعر عربی میں لکھ کر لے آیا ہوں۔ آپ سنیئے یہ عربی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی تصنیف تھی اور کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج ہوئی اس کے بعد آپ نے کئی کتابیں عربی میں تصنیف کیں اور زمانہ بھر کے علماء کو چیلنج کیا کہ کوئی آپ کے مقابلہ میں ایسی فصیح اور بلیغ پر معنی اور معارف و حقائق سے پر عبارت عربی زبان میں لکھ کر دکھائے لیکن کسی کو طاقت نہ ہوئی کہ اس مقابلہ کے لئے کھڑا ہوتا۔ الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام کاروبار کا انحصار دعاؤں پر تھا۔ آپ کی زندگی کے اوقات کا اکثر حصہ دعاؤں میں گزرتا تھا۔ ہر کام سے قبل آپ دعائیں کرتے تھے اور اپنے دوستوں کو بھی دعاؤں کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔ دعا کو آپ ایک عظیم الشان نعمت یقین کرتے تھے"۔

اپنی زبان میں دعا کرنا

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

''فرمایا کرتے۔ نماز کے اندر اپنی زبان میں دُعا مانگنی چاہیے کیونکہ اپنی زبان میں دعا مانگنے سے جوش پیدا ہوتا ہے۔ سورہ فاتحہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ وہ اسی طرح عربی زبان میں ہی پڑھنا چاہیے اور قرآن شریف کا حصہ اس کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ وہ بھی عربی زبان میں ہی پڑھنا چاہیے اور اس کے بعد مقررہ دُعائیں اور تسبیح بھی اسی طرح عربی زبان میں پڑھنی چاہیے لیکن ان سب کا ترجمہ سیکھ لینا چاہیے۔ اور ان کے علاوہ پھر اپنی زبان میں دعائیں مانگنی چاہئیں۔ تا کہ حضورِ دل پیدا ہو جائے۔ کیونکہ جس نماز میں حضورِ دل نہیں۔ وہ نماز نہیں۔ آج کل لوگوں کی عادت ہے کہ نماز تو ٹھونگے دار پڑھ لیتے ہیں۔ جلدی جلدی نماز کو ادا کر لیتے ہیں جیسا کہ کوئی بیگار ہوتی ہے۔ پھر پیچھے سے لمبی لمبی دعائیں مانگنا شروع کرتے ہیں یہ بدعت ہے حدیث شریف میں کسی جگہ اس کا ذکر نہیں آیا کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد پھر دُعا کی جائے۔ نادان لوگ نماز کو تو ٹیکس جانتے ہیں اور دعا کو اس سے علیحدہ کرتے ہیں۔ نماز خود دعا ہے۔ دین و دُنیا کی تمام مشکلات کے واسطے اور ہر ایک مصیبت کے وقت انسان کو نماز کے اندر دعائیں مانگنی چاہئیں۔ نماز کے اندر ہر موقعہ پر دعا کی جاسکتی ہے۔ رکوع میں بعد تسبیح، سجدہ میں بعد تسبیح، التحیات کے بعد کھڑے ہو کر اور رکوع کے بعد بہت دعائیں کرو۔ تا کہ مالا مال ہو جاؤ۔ چاہیے کہ دعا کے وقت آستانہ الوہیت پر رُوح پانی کی طرح بہہ جائے۔ ایسی دعا دل کو پاک وصاف کر دیتی ہے۔ یہ دعا میسر آئے۔ تو پھر خواہ انسان چار پہر دعا میں کھڑا رہے۔ گناہوں کی گرفتاری سے بچنے کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعائیں مانگنی چاہئیں۔ دعا ایک علاج ہے جس سے گناہ کی زہر دور ہو جاتی ہے بعض نادان لوگ خیال کرتے ہیں کہ اپنی زبان میں دعا مانگنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ غلط خیال ہے ایسے لوگوں کی نماز تو خود ہی ٹوٹی ہوئی ہے"۔

اے خدا میرے وہ گناہ بخش دے......

حضرت مولانا شیر علی صاحب حضرت خلیفہ نور الدین جمونی یکے از احباب ۳۱۳ کی ایک روایت بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:-

''جموں کے رہنے والے خلیفہ نورالدین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے دوستوں میں سے ہیں اور آج کل قریب سو سال کی عمر میں جموں میں مقیم ہیں۔ انہوں نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ میری بہت آنکھیں دکھتی تھیں۔ بہت علاج کئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضور میری آنکھیں اچھی ہونے میں نہیں آتیں۔ حضور نے مجھے فرمایا آپ ان الفاظ میں دعا کیا کریں۔ اے خدا میرے وہ گناہ بھی بخش جن کی وجہ سے میں اس آنکھوں کے مرض میں گرفتار ہو گیا ہوں''۔

بیت الدعاء

حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں:-

''۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔'' ہم نے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ ستر سال کے قریب عمر سے گزر چکے ہیں۔ موت کا وقت مقرر نہیں۔ خدا جانے کس وقت بلاوا آ جائے اور کام ہمارا ابھی بہت باقی پڑا ہے۔ ادھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔ رہی سیف۔ اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا اذن اور منشاء نہیں ہے۔ لہذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے۔ اور اُسی سے قوت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دعا کی کہ اس...... البیت اور بیت الدعا کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائل نیرہ اور براہین ساطعہ کے فتح کا گھر بنا''۔

(یہ تمام واقعات روزنامہ الفضل قادیان ۴ جنوری ۱۹۴۲ء سے لئے گئے ہیں)

تعارف کتب

کشتی نوح

ماہ ستمبر میں خدام کے مطالعہ کے لیے کتاب کشتی نوح مقرر کی گئی ہے جو روحانی خزائن کی 19 ویں جلد میں ہے۔

کشتی نوح 5 اکتوبر 1902ء کو شائع ہوئی۔ اس کا دوسرا نام دعوۃ الایمان اور تیسرا تقویۃ الایمان ہے۔ اور اس سے متعلق سرورق پر یہ بھی لکھا ہے۔ ''رسالہ آسمانی ٹیکہ جو طاعون کے بارے میں جماعت کیلئے تیار کیا گیا''۔

وجہ تالیف

6 فروری 1898ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے رؤیا دیکھا اُس رؤیا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں۔ اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔ لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا.........اس پیشگوئی کے مطابق پنجاب میں طاعون پھیلی۔ ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں جب کہ طاعون زوروں پر تھی گورنمنٹ نے پنجاب میں طاعون کے ٹیکے کی سکیم وسیع پیمانہ پر شروع کی اور تقریر و تحریر کے ذریعے سے یہ پروپیگنڈا کیا کہ ہر شخص کے لئے ٹیکہ لگانا ضروری ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے ٹیکا لگوانے سے انکار کیا۔ کشتی نوح میں آپ نے گورنمنٹ کی طرف سے ٹیکا کے انتظامات کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ کام ہے جس کا شکر گذاری سے استقبال کرنا دانشمند رعایا کا فرض ہے اور اپنے اور اپنی جماعت کے متعلق فرمایا:۔

''اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکہ کرواتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لیے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے۔ سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائیگا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے۔ لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکہ کی کچھ ضرورت نہیں''۔ اور فرمایا: ''اگر یہ سوال ہو کہ وہ تعلیم کیا ہے، جس کی پوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے تو میں بطور مختصر چند سطریں لکھ دیتا ہوں''۔

اس کے آگے حضرت اقدسؑ نے وہ تعلیم لکھی ہے، اور جو ایسی پاک اور عمدہ تعلیم ہے کہ اگر ہماری جماعت کے سب افراد اس پر کماحقہ عمل پیرا ہو جائیں۔ تو ان کا نمونہ دنیا میں ایک عظیم الشان روحانی انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔

☆☆☆

شگفتہ تحریر

(ابن انشاء)

دانا اور غلام عجمی

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرمودہ اند کہ ایک غلام عجمی ایک کشتی میں بیٹھا جا رہا تھا۔ اس نے پہلے کبھی دریا کی صورت نہ دیکھی تھی۔ بیچ دھارے کے کشتی پر موجوں کے تھپیڑے جو پڑے تو لگا چیخنے چلانے اور واویلا مچانے۔ ہر چند لوگوں نے دلاسا دیا۔ پکڑ پکڑ کر بٹھایا لیکن

کسی صورت نہ دل کی بے قراری کو قرار آیا

ایک دانا بھی کشتی میں بیٹھا تھا۔ شیخ سعدی کے زمانے میں دانا اسی طرح جا بجا موجود رہتے تھے جس طرح ہر بس میں ایک کنڈکٹر اور ہر محکمے میں افسر تعلقات عامہ ہوتا ہے۔ اس نے لوگوں کی طرف داد طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ تم لوگ کہو تو میں ایک ترکیب سے اسے ابھی خاموش کرادوں؟ مسافر بے لطف ہو رہے تھے۔

فارسی میں بولے !''ازیں چہ بہتر''۔ اس پر اُس نے مسافر مذکور کو دریا میں پھنکوا دیا اور جب وہ چند غوطے کھا کر اُدھ موا ہو گیا تو ملاحوں سے کہا۔ اب اسے کشتی میں گھسیٹ لاؤ۔ احتیاط کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ ملاحوں سے پوچھ لیتا کہ بھائیو تمہیں تیرنا بھی آتا ہے؟ فرض کیجئے وہ تیراکی میں اس دانا کی طرح اور ہماری طرح کورے ہوتے ۔ غضب ہو جاتا۔ دانا صاحب کی بھد ہو جاتی۔ مقدمہ الگ ان پر چلتا۔ لیکن خیر، ایک ملاح اسے کشتی کے قریب گھسیٹ لایا اور وہ شخص دونوں ہاتھوں سے کشتی کے کنارے کو پکڑ کر اس پر سوار ہو گیا اور آرام سے چپ چاپ ایک کونے میں جا بیٹھا۔ لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا۔ اس میں کیا بھید ہے؟ اس زمانے میں لوگ عموماً کند ذہن ہوتے تھے، ذرا ذرا سی بات پوچھنے کے لئے داناؤں کے پاس دوڑے جاتے تھے۔ دانا نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔ اے سادہ لوحو۔ یہ شخص اس سے پہلے نہ غرق ہونے کی مصیبت جانتا تھا نہ کسی کو سلامتی کا ذریعہ مانتا تھا۔ اب دونوں باتوں سے واقف ہو گیا ہے تو آرام سے بیٹھ گیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا...... لیکن نتیجہ نکالنے کا ہمارے پاس وقت نہیں، اب دوسری حکایت سنیے۔

نوشیرواں اور نمک

نوشیرواں عادل کے ملازم ایک روز شکارگاہ میں اپنے آقا کے لئے کباب بھوننے لگے تو نمک موجود نہ تھا۔ اب اس سے اندازہ کیجئے کہ جس بادشاہ کے نوکر نمک تک ساتھ نہ لے کر چلیں اس کی بادشاہی کیسے چلتی ہوگی۔ خیر کسی نوکر کو گاؤں بھیجا گیا کہ نمک لائے۔ نوشیرواں نے دیکھا تو فوراً جاتے ہوئے نوکر کو آواز دے کر فرمایا۔ ''خبردار! نمک قیمت دے کر لانا۔ ورنہ بدرسمی سے گاؤں برباد ہو جائے گا۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کی۔ ''جہاں پناہ، ذرا سے نمک سے کیا بدرسمی ہو سکتی ہے؟

نوشیرواں بہادر نے فرمایا۔ یاد رکھو۔ دنیا میں ظلم کی بنیاد پہلے تھوڑی تھی لیکن جو شخص آتا گیا اس پر بڑھاتا گیا۔ اپنی بات کی تائید میں نوشیرواں نے شیخ سعدی کا ایک فارسی قطعہ بھی پڑھا۔ چونکہ آج کل فارسی ہمارے اسکولوں میں نہیں پڑھائی جاتی لہذا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:-

''اگر رعیت کے باغ سے بادشاہ ایک سیب مفت لیتا

ہے تو اس کے غلام درخت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکتے ہیں۔ اگر بادشاہ پانچ انڈے بھی مفت کسی کے کھالے تو لشکر والے ہزاروں مرغ ۔مفت لے کر بھون کھائیں گے۔ اگر بادشاہ ایک لائسنس بھی اپنے کسی عزیز کو دیتا ہے تو مصاحبین سارا ملک اس کے نام پر بیچ کھاتے ہیں"۔

نتیجہ: (۱) شکار کو جاتے ہوئے دیکھ لینا چاہیے کہ نمک مرچ وغیرہ ہیں کہ نہیں۔ (۲) لائسنس پرمٹ اپنے عزیزوں کے علاوہ دوسروں کو بھی دینے چاہئیں۔

وزیر اور درویش

یکے از وزرائے معزول شدہ بحلقہ درویشاں در آمد......

ہم تو فارسی بولنے لگے۔ خیر اردو پر آتے ہیں اگر چہ اس میں بھی خطرہ ہے کیونکہ لاہور میں اُردو نمبر پلیٹ والی گاڑیوں کا چالان ہونے لگا ہے۔ ہاں تو قصہ یہ ہے کہ وزارت سے نکالا ہوا ایک وزیر درویشوں کے گروہ میں جا شامل ہوا اور اس صحبت میں اس کے دل کو اس قدر آرام ملا کہ حکومت کے دنوں میں ہرگز نصیب نہ ہوا تھا۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے اسے پھر وزارت کے لئے طلب فرمایا تو بجائے اس کے کہ اپنی گدڑی وڈڑی پھینک زلفیں ڈلفیں منڈوا، چرغہ دوغہ اوڑھ پونے بیچ اپنی کار پر جھنڈا لگوانے کو دوڑا دوڑا آتا، اس نے بواپسی ڈاک کہلا بھیجا کہ حضور معافی چاہتا ہوں۔ معزولی بہ از مشغولی۔ اس نوکری سے میں یوں ہی بھلا...... بادشاہ نے پھر ارجنٹ تار دیا۔

"اے سابق وزیر (اسٹاپ) سلطنت کے کاموں کے لئے تجھ ایسا لائق اور تجربہ کار آدمی مناسب ہے (اسٹاپ) فوراً آ (اسٹاپ) تنخواہ بڑھادیں گے (اسٹاپ) کوٹھی کار اس کے علاوہ"۔

لیکن وہ اپنی ہٹ کا پکا نہ مانا۔ کہلا بھیجا۔ جہاں پناہ۔ کوئی اور انتظام کر لیجئے۔ اصل بات تو یوں ہے کہ جو شخص واقعی عقل مند ہوگا وہ ان بکھیڑوں میں مبتلا ہونا کبھی پسند نہ کرے گا۔

...... یہ حکایت ادھوری معلوم ہوتی ہے۔ بادشاہ کے سیکرٹری نے یہ پیغام مع فارسی فرد کے بادشاہ سے گوش گزار کرتے ہوئے کہا کہ حضور! اس کا تو دماغ خراب ہے میں حاضر ہوں مجھے وزیر بنا لیجئے۔

گوشت اور ہڈی

ایک کتا اور ایک گدھا اکٹھے چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک لفافہ پڑا ملا۔ گدھے نے اُسے اُٹھایا اور کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا، حامل رقعہ ہذا کو حسب ذیل چیزیں مفت دی جائیں گی۔ بھوسہ، سبز چارہ، چنے......

کتے نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ برادرم ذرا دیکھنا اس فہرست میں نیچے جا کر گوشت اور ہڈی کا ذکر بھی ہوگا۔ گدھا سارا پروانہ پڑھ گیا۔ اس میں کوئی ایسی چیز مذکور نہ تھی۔

کتے نے کہا۔ تب یہ بیکار چیز ہے پھینک دو اِسے۔

پارٹی منشوروں میں فقط گدھوں ہی کی بات نہیں ہونی چاہیئے۔ کتوں کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔

ہم کیوں بھاگیں

ایک خرکار جنگل میں گدھوں پر مال لادے چلا جا رہا تھا کہ ڈاکوؤں کا کھٹکا ہوا وہ گدھوں کو پکارا۔ "خطرہ! خطرہ!! بھاگو، بھاگو! ڈاکو آ رہے ہیں!" گدھوں نے کہا۔ تم بھاگو، ہم کیوں بھاگیں۔ ہمیں تو بوجھ ڈھونا ہے تیرا بوجھ ہو یا کسی اور کا ہو۔ اگر مال کے منافع میں کچھ حصہ گدھوں کا بھی ہوتا۔ تو

وہ ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔

متحدہ محاذ

ایک شیر اور گدھا شکار کرنے گئے انہوں نے کئی جانور مارے آخر شکار تقسیم کرنے بیٹھے۔ شیر نے تین ڈھیریاں بنائیں اور کہا یہ ڈھیری تو جنگل کا بادشاہ ہونے کی حیثیت سے میری ہے۔ اور یہ دوسری اس لئے میری ہے کہ شکار میں برابر کا حصہ دار ہوں۔ اب رہی یہ تیسری ڈھیری۔ کسی میں ہمت ہے تو اُٹھالے۔ ہے ہمت؟

ہر متحدہ محاذ میں عموماً ایک شیر اور باقی گدھے ہوتے ہیں۔ تقسیم شکار کی ہو یا ٹکٹوں کی، اس میں شیر کا حصہ خاص ہوتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو گدھا ہے۔

مینڈکوں کا بادشاہ

ایک بار مینڈکوں نے خدا سے دُعا کی کہ یا پروردگار ہمارے لئے کوئی بادشاہ بھیج۔ باقی سب مخلوقات کے بادشاہ ہیں۔ ہمارا کوئی بھی نہیں ہے۔ خداوند نے ان کی سادہ لوحی پر نظر کرتے ہوئے لکڑی کا ایک کندہ جوہڑ میں پھینکا۔ بڑے زوروں کے چھینٹے اڑے۔ پہلے تو سب ڈر گئے۔ تھوڑی دیر بعد یہ دیکھ کر کہ وہ لمبا لمبا پڑا ہے ڈرتے ڈرتے پھر اس پر چڑھ گئے اور ناچنے لگے۔ چند دن بعد دوبارہ خداوند کو عرضی دی کہ یہ بادشاہ ہمیں پسند نہیں آیا۔ کوئی اور بھیج جو ہمارے شایانِ شان ہو۔ خداوند نے ناراض ہو کر ایک سمندری سانپ بھیج دیا۔ وہ آتے ہی بہتوں کو چٹ کر گیا۔ باقی کونوں کھدروں میں جا چھپے۔ اس حکایت کا نتیجہ قارئین کرام آپ خود ہی نکالیے۔ آخر آپ خود بھی سمجھ دار ہیں۔

(ماخوذ از اردو کی آخری کتاب)

☆☆☆
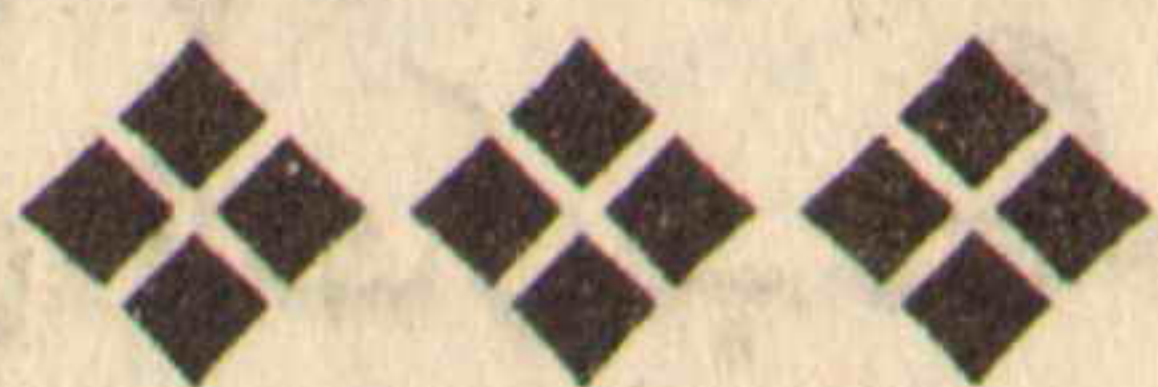
حضرت حافظ روشن علی صاحب

(عمران اسلم رانا۔ متخصص علم کلام)

خاندان

گیارہویں صدی ہجری میں سرزمین پنجاب میں توحید و رسالت کی اشاعت اور تبلیغ اسلام میں سلسلہ قادریہ کی شاخ خاندان نوشاہیہ سے منسلک صوفیاء کے ایک گروہ نے نہایت شاندار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ اس گروہ کے راہ نما حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری تھے۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب کا نسب نامہ آٹھویں پشت پر حاجی محمد نوشہ گنج بخش کے چھوٹے لڑکے محمد ہاشم سے جو آپ کا روحانی طور پر قائم مقام بنا جاملتا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کے خاندان کے لوگ ہاشمی بھی کہلاتے ہیں۔

پیدائش

حضرت حافظ روشن علی صاحب موضع رنمل گجرات میں انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد میاں میراں بخش صاحب تھے۔ جو کھیتی باڑی کرتے تھے قریباً 35 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی تو اس کے بعد آپ کی والدہ تمام بچوں کے ساتھ اپنے میکے وزیر آباد آ گئیں۔

ابتدائی تعلیم اور قادیان میں آمد

حضرت حافظ صاحب کے والد جب فوت ہوئے تو آپ کی عمر چار پانچ سال کی تھی۔ آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ والد کی وفات کی وجہ سے گھر پر غم واندوہ چھایا تھا۔ کسی نے ان کے علاج کی طرف توجہ نہ دی۔ جس کی وجہ سے وہ زیادہ خراب ہوگئیں۔ اور نتیجۃً آپ کی بینائی بہت کم ہوگئی جس کی وجہ سے وزیر آباد آ کر آپ کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ ہوسکا۔ بڑے بھائی نے تو گھر کی ضروریات کی وجہ سے ریلوے میں ملازمت کرلی اور چھوٹے بھائی رحمت علی صاحب کو جو زیادہ تعلیم یافتہ تھے میڈیکل کالج میں داخل کرادیا گیا۔ اور تیسرا بھائی بھی سکول میں داخل ہوگیا لیکن حضرت حافظ صاحب اپنی بینائی کم ہونے کی وجہ سے سکول کی تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہے۔ آپ کی عمر کوئی نو سال کے قریب ہوگی کہ حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی (جو رشتہ میں آپ کے ماموں تھے) کے مشورہ پر آپ کو ان کے پاس بھجوادیا گیا۔ جہاں آپ نے کوئی پندرہ سولہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا اور اس کے بعد آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر رحمت علی صاحب (جو اس وقت افریقہ میں ملازم تھے) کی ہدایت پر اور حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کے مشورہ سے آپ کو قادیان پہنچا دیا گیا۔ جہاں آپ حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہوئے اور تعلیم دین کے لئے آپ حضرت قاضی امیر حسین صاحب کے سپرد کئے گئے۔ پانچ سال کے قریب عرصہ تک آپ ان کے شاگرد رہے اور متعدد دینی کتب کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ارشاد پر طب کی کتاب ''نفیسی'' بھی حضرت قاضی صاحب سے درساً درساً پڑھی اور اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے آپ کو اپنے درس خاص میں لے لیا۔ قادیان آنے سے قبل آپ آواخر ۱۸۹۹ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریری

بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔ (الحکم نومبر ۹۹ء صفحہ ۷)

شادیاں اور اولاد

حضرت حافظ صاحب نے اپنی زندگی میں چار شادیاں کیں۔ پہلی شادی آپ کی پھوپھی کی لڑکی محترمہ حیات نور صاحبہ سے ہوئی جو ۱۹۱۱ء میں فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مخلص رفیق حضرت منشی شادی خان صاحب کی لڑکی محترمہ استانی مریم بیگم صاحبہ سے دسمبر ۱۹۱۱ء میں شادی کی۔ نکاح مولانا سید سرور شاہ صاحب نے پڑھایا۔ تیسری شادی ۵/ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو آپ نے اپنے بھائی اکبر علی صاحب کی بیوہ آمنہ صاحبہ بنت پیر دولت علی صاحب سکنہ پنڈ عزیز ضلع گجرات سے کی اور چوتھی شادی امۃ المجید صاحبہ بنت حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی سے کی۔ آپ کی نرینہ اولاد کوئی نہ تھی۔ آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے ایک لڑکی امۃ الحق صاحبہ پیدا ہوئیں۔

محترم مولوی عبدالرحمن صاحب انور روایت فرماتے ہیں کہ آپ کو رؤیا کے ذریعہ مقدر اولاد کی روحانی حالت کا علم ہو چکا تھا جس کی وجہ سے آپ نے دعا کی کہ یا اللہ اگر میری اولاد نے دین کی خادم نہیں بننا تو مجھے ایسی اولاد عطا نہ فرما۔

ذہانت اور حافظہ

حضرت حافظ صاحب نہایت ذہین تھے پھر بڑا کمال تو یہ تھا کہ کسی مضمون کے متعلق دریافت کرنے پر آپ فوراً قرآن کریم کی متعدد آیات بتا دیا کرتے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی آپ کے اس کمال کی تعریف کی ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"حافظ صاحب میں یہ بڑا کمال تھا کہ انہیں جب بھی کوئی مضمون بتا دیا جاتا تھا۔ وہ اس مضمون کی آیتیں قرآن کریم سے فوراً نکال دیتے۔ اکثر تو پہلی دفعہ ہی صحیح آیت نکال دیا کرتے تھے اور اگر پہلی دفعہ ہی صحیح آیت نہ بتا سکتے تو دوسری دفعہ ضرور صحیح آیت بتا دیتے تھے۔ مگر ان کی وفات کے بعد مجھے اب تک کوئی ایسا آدمی نہیں ملا۔ ان کی زندگی میں مجھے مضمون تیار کرنے کے متعلق کبھی گھبراہٹ نہیں ہوا کرتی تھی کیونکہ میں جانتا تھا تقریر کرنے سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے میں ان کو سامنے بٹھا لوں گا اور وہ آیتیں نکال کر مجھے بتاتے چلے جائیں گے"۔ (الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۴۴ء)

حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب فرماتے ہیں:۔

"(میری) ہر بڑی تقریر کے مضمون کے اشارات کا بیشتر حصہ حضرت حافظ صاحب مرحوم لکھاتے تھے اور میں نہایت اطمینان سے زیادہ مطالعہ کئے بغیر تقریر سے پہلے مرحوم کے پاس جاتا اور کہتا کہ آج میں Moving Encyclopedea of Islam (متحرک دائرۂ معارف اسلام) کے مطالعہ کے لئے آیا ہوں اور بفضلہ تعالیٰ اس سے بھی کم وقت صرف کر کے جو برٹش میوزیم لائبریری لندن میں محض کتاب لینے کی اجازت حاصل کرنے میں خرچ ہوتا تھا علم کے زندہ خزانہ سے ضرورت کے مطابق دولت معلومات لے کر شاداں و فرحاں واپس ہوتا تھا"۔ (الفضل ۱۲ جولائی ۱۹۲۹ء صفحہ ۸)

محترم میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی فرماتے ہیں کہ انہوں نے خود آپ سے سنا فرماتے تھے کہ:۔

"ایک دفعہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ حافظ صاحب کیا آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "اعجاز المسیح" پڑھی ہے۔ میں نے کہا کتاب کھولو۔ اس نے کھولی۔ میں نے اسے پینتیس صفحے زبانی سنا دیئے"۔

(الفرقان ربوہ بابت دسمبر ۱۹۶۰ء)

تبحر علمی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں کہ:-

''قاضی امیر حسین صاحب حافظ روشن علی صاحب اور مولوی محمد اسماعیل صاحب اپنے اپنے رنگ میں کامل تھے۔ قاضی صاحب علم حدیث کے ماہر تھے۔ حافظ صاحب قرآن کریم کی تفسیر کے اور مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے''۔ (الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء)

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نے لکھا:-

''حافظ صاحب کی وفات سے نہ صرف جماعت احمدیہ کا نہ تلافی ہونے والا نقصان ہوا ہے اور خلافت ثانیہ کا مولانا عبدالکریم ثانی ہم سے جدا ہوا ہے بلکہ دنیائے اسلام میں چونکہ حافظ صاحب کی سی جامع صفات رکھنے والا دوسرا آدمی نہ موجود تھا اور نہ ہے۔ اس لئے کل اسلامی دنیا کا نقصان ہوا ہے۔ جس کا احساس متعصب ہندوستانی گو نہ کریں۔ مگر ممالک اسلامیہ کے جن علماء اور عوام نے حضرت مرحوم کو ان کے دوران سفر شام و مصر میں دیکھا تھا وہ اس کا احساس کئے بغیر نہیں رہ سکتے''۔ (الفضل ۱۲ جولائی ۱۹۲۹ء صفحہ ۸)

قرآن مجید سے گہرا تعلق

قرآن کریم کے آپ بہت بڑے عالم تھے اور سلسلہ احمدیہ میں انہیں تفسیر قرآن میں ایک بلند مقام حاصل تھا۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحب فرماتے ہیں:-

''بیسیوں دفعہ خدا کی بزرگ کتاب کا پورا درس دیا۔ ہزاروں لوگ آپ کے علم سے مستفید ہونے والے ہیں۔ برسوں تک ہر رمضان میں شدید گرمیوں میں روزہ رکھ کر آپ ایک پارہ روزانہ درس دیتے رہے اور وہ بھی اس طرح کہ پہلے پارہ پڑھ لیا کرتے۔ پھر بلا تامل ترجمہ بیان کرتے۔ پھر ضروری مطالب بیان فرماتے۔ قرآن مجید کے قریباً سب سے زیادہ عالم تھے اور صرف عالم ہی نہیں۔ بلکہ نہایت متقی اور باعمل عالم تھے''۔

(الفضل ۲۸ جون ۱۹۲۹ء صفحہ ۷)

آپ کو قرآن کریم سے کس قدر عشق تھا۔ اس کے متعلق آپ کے شاگرد مولانا غلام احمد صاحب بدوملہوی فرماتے ہیں:-

''آخری بیماری کے دنوں کا واقعہ ہے کہ رمضان شریف میں درس دینے کے متعلق ابھی کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا اور رمضان بالکل قریب تھا۔ آپ نے اس بات کا اظہار کیا کہ اگر امسال قرآن کریم کا درس نہ ہوا۔ تو مجھے سخت تکلیف ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ حضرت خلیفہ اوّل کا شروع کیا ہوا یہ مبارک کام بند ہو۔ اس کے متعلق کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس سے اگلے روز صبح ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں خط لکھوایا۔ اور جب تک آپ کو اطمینان نہیں ہوگیا کہ درس کا انتظام ہوگیا ہے۔ آپ کو چین نہیں آیا اور یہ معلوم ہونے پر کہ درس کا انتظام ہوگیا ہے بڑی خوشی کے ساتھ الحمدللہ کا لفظ کہا۔ اور اطمینان کا سانس لیا۔ پھر فرمایا خدا کرے اور مولوی صاحب (حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب) کو بہت بہت توفیق دے اور سارے رمضان میں سارا درس قرآن ختم ہوجائے۔ جوں جوں مولوی صاحب کا درس باقاعدہ روزانہ ایک پارہ ہوتا جاتا۔ اتنی ہی آپ خوشی محسوس کرتے۔ ان کے لئے دعا کرتے اور اختتام پر مولوی سید سرور شاہ صاحب کو مبارک باد دی''۔

(الفضل ۶/۱ اگست ۱۹۲۹ء صفحہ ۸)

مبلغین کے استاد

حضرت حافظ صاحب نہ صرف خود کامیاب مبلغ تھے بلکہ مبلغ گر بھی تھے۔ جب مبلغین کی ۱۹۲۰ء میں باقاعدہ کلاس کا اجراء

ہوا تو ناظر تالیف واشاعت کی طرف سے اعلان شائع ہوا۔

''مبلغین تیار کرنے کے لئے حافظ روشن علی صاحب کو تالیف کے دفتر سے فارغ کر کے ایک باقاعدہ کلاس ان کے سپرد کی گئی ہے۔ جس کا کورس دو سال کا ہوگا اور اس عرصہ میں حافظ صاحب کو دارالامان سے باہر نہ بھیجا جائے گا تا کہ اس کلاس کا حرج نہ ہو۔ اس لئے چاہیے کہ بیرون جات سے احباب ان کو بلوانے کی درخواست ارسال نہ کریں''۔ (الفضل ۲۷ مئی ۱۹۲۰ء)

تبلیغ کے میدان میں آپ ایک کامیاب اور اعلیٰ پائے کے مبلغ تھے۔ اور اس میدان میں تکالیف خوشی سے برداشت کرتے اور کبھی نہ گھبراتے چنانچہ مولانا جلال الدین صاحب شمس جو آپ کے شاگردوں میں سے خاص امتیاز کے حامل تھے تحریر کرتے ہیں:۔

''آپ کے ساتھ میں نے دہلی، مونگھیر، بھوپال، ڈیرہ دون، منٹگمری، پٹیالہ، سیالکوٹ، لاہور، نارووال، گجرات، جلال پور جٹاں، مالیر کوٹلہ وغیرہ شہروں کا دورہ کیا۔ مگر ایک دفعہ بھی مجھے کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ ملا۔ آپ نہایت متواضع بلکہ مجسم محبت تھے۔ آپ خوش مزاج اور ملنسار طبیعت رکھتے تھے۔ مجھے یاد ہے جب میں آپ کے ہمراہ بھوپال گیا تو راستہ میں دہلی سے ہمیں بمبئی ریل پر سوار ہونا پڑا۔ اس وقت مجبوراً سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لینا پڑا تھا اور اتنا کرایہ ہمارے پاس نہ تھا آخر ایک سرونٹ ٹکٹ لیا۔ آپ ان دنوں کچھ مریض بھی تھے۔ مگر یہ امر آپ پر سخت گراں گزرا۔ آپ بارہا مجھ سے راستہ میں سٹیشنوں پر اتر کر فرماتے۔ آؤ جگہیں تبدیل کر لیں مگر میں نے منظور نہ کیا''۔ (الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۲۹ء)

اور شاگردوں سے فرماتے:۔

''کبھی کوئی مسئلہ پوچھ لیا کرو۔ مجھے اس سے خوشی ہوتی ہے''۔ (الفضل ۶/اگست ۱۹۲۹ء صفحہ ۷)

خدمت دین کے لئے جوش

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیرت النبیؐ کے جلسوں کے لئے مبلغ مقرر کئے جا رہے تھے۔ میں نے بطور خبر آپ کی خدمت میں بھی ذکر کر دیا تو آپ نے فرمایا:۔

''ناظر صاحب سے کہنا کہ مجھے بھی کسی جگہ مقرر کر دیں زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ آئندہ سال شاید یہ موقعہ نہ ملے...... کسی کے سہارے کسی قریب کے شہر میں چلا جاؤں گا۔ مجھ سے یہ بھی تو برداشت نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ کی تعریف میں جلسے ہوں اور میرا اُن میں حصہ نہ ہو''۔ (الفضل ۹ مئی ۱۹۳۰ء صفحہ ۹)

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:۔

''حافظ روشن علی صاحب مرحوم کو بعض نے دیکھا ہے کہ وہ دین کے لئے اس طرح کام کرتے تھے جیسے گھڑی چلتی ہے اور کبھی تھکان محسوس نہ کرتے تھے۔ رات ہو یا دن کبھی کام سے جی نہ چراتے تھے''۔

(الفضل ۱۴ جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۸)

عبادت وزہد

حضرت حافظ صاحب نہایت عابد وزاہد اور قائم اللیل انسان تھے۔ ہر مشکل وقت میں بلکہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں خدا تعالیٰ کی طرف جھکے رہتے تھے۔ محترم ڈاکٹر میجر شاہنواز صاحب بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے بیان کیا:۔

''ایک دفعہ سفر میں مجھ کو بہت تھکان ہوگئی اور فکر ہوا کہ آج تہجد کے لئے کیسے اٹھوں گا۔ اسی فکر میں سو گیا۔ آدھی رات کے بعد میرے منہ پر ایک خالی گلاس جو اوپر

طاق میں پڑا تھا۔ زور سے گرا جس نے مجھ کو بیدار کردیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے عین دو بجے زور سے ہوا چلا کر گلاس کو گرادیا تا اس کا بندہ نماز تہجد ادا کرے"۔

(الفضل ۴/۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۷)

وفات وتدفین

حضرت حافظ صاحب کئی سالوں سے ذیابیطس کے مرض میں مبتلا تھے۔ لیکن آپ نے اس کی زیادہ پرواہ نہ کی صبح وشام علمی مشاغل میں مشغول رہتے اور علاج معالجہ کی طرف توجہ نہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ بیماری کے ساتھ ساتھ دماغی محنت نے صحت پر برا اثر ڈالا اور اصل مرض سے زیادہ عوارض پیدا ہوگئے۔ جون ۱۹۲۹ء میں وفات سے کچھ دن قبل عوارض نے اچانک ایسی صورت اختیار کرلی کہ دوا تک جسم کے اندر پہنچانا محال ہوگیا اور چند ہی روز میں آپ شدید نڈھال ہوگئے۔ علاج معالجہ بے کار ہوکر رہ گیا آخر اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہوئی اور آپ ۲۳ جون ۱۹۲۹ء کی شام کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے اپنے مالک حقیقی سے جاملے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت حافظ صاحب کی وفات کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سری نگر کشمیر میں تھے اطلاع ملنے پر تعزیت کا تار روانہ فرمایا۔ نیز فرمایا:-

"چونکہ ہماری جماعت ہمارے پیارے اور معزز بھائی کی بہت ممنون ہے۔ اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ تمام دنیا بھر کی احمدیہ جماعتیں آپ کا جنازہ پڑھیں۔ یہ آخری خدمت ہے جو ہم اپنے مرحوم بھائی کی ادا کرسکتے ہیں لیکن یہ بدلہ ان بیش خدمات کے مقابلہ میں جو انہوں نے اسلام کیلئے کیں کیا حقیقت رکھتا ہے"۔ (الفضل ۲۸ جون ۱۹۲۹ء صفحہ ۱)

حضرت حافظ صاحب کے رشتہ داروں کو آپ کی آخری زیارت اور نماز جنازہ میں شرکت کا موقع دینے کی غرض سے ۲۴ جون ۱۹۲۹ء کی گاڑی تک انتظار کیا گیا۔ گیارہ بجے کے قریب آپ کا جنازہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی سے کہ جہاں آپ آخری دنوں میں مقیم تھے اٹھایا گیا قادیان اور بیرونی جماعتوں کے احباب کی ایک کثیر تعداد ساتھ تھی۔ جن کے کندھوں پر یہ جسم اطہر باری باری منتقل ہوتے ہوئے بڑے باغ میں پہنچایا گیا۔ جہاں حضرت مولانا شیر علی صاحب امیر مقامی نے ہزاروں افراد کی معیت میں نماز جنازہ ادا کی اور اس کے بعد مسیح وقت علیہ السلام کے اس بے مثال شیدائی دربار خلافت کے انمول رتن میدان تبلیغ کے عظیم سالار، عظیم شاگردوں کے عظیم اور مشفق استاد، ہمدرد خلائق وجود اور قرآن اور رسول کریم ﷺ کے عاشق صادق کو بہشتی مقبرہ کی پاک سرزمین میں سپرد خاک کردیا گیا۔ اس طرح وہ پاک قطعہ زمین آپ کی آخری آرام گاہ بنا۔

(حضرت حافظ روشن علی صاحب سیرت وسوانح صفحہ ۱۷)

آپ کو وفات کے وقت سے بھی آگاہ کردیا گیا تھا جس کی وجہ سے آپ زیادہ سے زیادہ خدمت دین بجالانے کی کوشش میں لگے رہے اور شاگردوں کو بھی اپنے وجود سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی وصیت فرماتے رہے۔ آپ کی نزع کی حالت میں جو لوگ آپ کے پاس تھے وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ خدا تعالیٰ سے ملاقات کرنے کے لئے شدید بے قرار تھے۔

آپ کا بلند مقام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی نظر میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی نظر میں آپ کو بہت بلند مقام حاصل تھا۔ حضور سفروں میں ایک عالم کی حیثیت سے آپ کو اپنے ساتھ رکھتے۔ اپنی بیماری کے دوران اکثر آپ کو جمعہ پڑھانے اور درس القرآن دینے کا ارشاد فرماتے۔ ایک موقعہ پر فرمایا:-

''میں سمجھتا ہوں میں ایک نہایت وفادار دوست کی نیک یاد کے ساتھ بے انصافی کروں گا۔ اگر اس موقعہ پر حافظ روشن علی صاحب کی وفات پر اظہار رنج و افسوس نہ کروں۔ حافظ صاحب مرحوم نہایت ہی مخلص اور بے نفس انسان تھے۔ میں نے ان کے اندر وہ روح دیکھی جسے اپنی جماعت میں پیدا کرنے کی حضرت مسیح موعودؑ کو خواہش تھی۔ ان میں تبلیغ کے متعلق ایسا جوش تھا کہ وہ کچھ کہلوانے کے محتاج نہ تھے۔ بہت لوگ مخلص ہوتے ہیں کام بھی اچھا کرتے ہیں مگر اس امر کے محتاج ہوتے ہیں کہ دوسرے انہیں کہیں۔ یہ کام کرو تو وہ کریں۔ حافظ صاحب مرحوم کو میں نے دیکھا وہ سمجھتے تھے کہ گو خدا تعالیٰ نے خلیفہ مقرر کیا ہے مگر ہر مومن کا فرض ہے کہ ہر کام کی نگہداشت کرے اور اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھے۔ وہ اپنے آپ کو سلسلہ کا ایسا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اگر کوئی مسلمان اکیلا رہ جائے اور وہ سمجھے۔ یہ ان میں ایک نہایت ہی اعلیٰ خوبی تھی اور اس کا انکار ناشکری ہوگی۔ یہ خوبی پیدا کئے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی کہ ہر شخص محسوس کرے سب کام مجھے کرنا ہے اور تمام کاموں کا میں ذمہ دار ہوں۔ میں سمجھتا ہوں ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے چالیس مومن میسر آجائیں تو میں ساری دنیا کو فتح کر لوں یعنی ان میں سے ہر ایک محسوس کرے کہ مجھ پر ہی جماعت کی ساری ذمہ داری ہے اور میرا فرض ہے کہ ساری دنیا کو فتح کروں''۔ (الفضل ۷ جنوری ۱۹۳۰ء صفحہ ۳)

☆☆☆

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب انتقال فرما گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے فرزند ارجمند اور حضرت مصلح موعود کے داماد حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مورخہ 23 جولائی 2002ء کو پاکستانی وقت کے مطابق ساڑھے نو بجے صبح (امریکی وقت کے مطابق 22 جولائی شب ساڑھے گیارہ بجے) انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر 89 سال تھی اس لحاظ سے آپ اب تک خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مردوں میں سب سے لمبی عمر پانے والے خوش قسمت وجود ہیں۔ آپ گذشتہ چند ماہ سے علیل چلے آرہے تھے اور طبیعت زیادہ خراب ہونے کے باعث واشنگٹن کے ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ لیکن آخر خدائی تقدیر غالب آئی اور آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا جسد خاکی مورخہ ۲۸ جولائی بروز اتوار لاہور پہنچا ۲۹ جولائی بروز سوموار ساڑھے آٹھ بجے دارالذکر لاہور میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور خارجہ وصدر مجلس انصاراللہ پاکستان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔

بعد ازاں جنازہ ربوہ لایا گیا جہاں اہلیان ربوہ اور پاکستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے احمدی احباب کی کثیر تعداد نے آپ کا آخری دیدار کیا۔ مورخہ ۳۰ جولائی ۲۰۰۲ء کو صبح 10 بجے بیت المبارک ربوہ میں مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ اس کے بعد جنازہ تدفین کے لئے بہشتی مقبرہ احاطہ خاص میں لے جایا گیا۔ جہاں آپ کو حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم ایم احمد) عالمی شہرت کے حامل ماہر اقتصادیات تھے اور بین الاقوامی اقتصادی اداروں میں قدر کی نگاہ سے پہچانے جاتے تھے۔ اپنے وطن پاکستان کے لئے گراں قدر اقتصادی خدمات سرانجام دیں اور فنانس سیکرٹری، ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن اور صدر پاکستان کے اقتصادی امور کے مشیر بھی رہے۔ آپ ایک متقی، دیندار، اور مخلص خادم سلسلہ تھے۔ آپ نے زندگی بھر دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ مختلف جہتوں سے جماعتی خدمات کی سعادت پانے کے ساتھ ساتھ آپ 1989ء سے جماعت احمدیہ امریکہ کے امیر کے طور پر تاریخی خدمات کی توفیق پا رہے تھے۔

ابتدائی حالات

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مورخہ 28 فروری 1913ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ حضرت اماں جان نے اپنے صاحبزادگان کے بڑے بیٹوں کو گود لیا ہوا تھا۔ اس طرح آپ حضرت اماں جان کی تربیت میں پروان چڑھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے اور پھر ایل ایل بی کرنے کے بعد آپ نے آئی سی ایس (انڈین سول سروس۔ آجکل سی ایس ایس) کا امتحان پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے آپ 1933ء

میں انگلستان روانہ ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے پہلے پوتے تھے جو اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرون ملک تشریف لے گئے۔ آپ نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے اکنامکس کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اس دوران آپ کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) کی صحبت حاصل رہی جن کے ساتھ آپ کا بچپن اکٹھا گزرا اور گہری دوستی کا شرف حاصل ہوا۔

شادی

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو حضرت مصلح موعود کے داماد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ حضرت مصلح موعود نے اپنی بیٹی محترمہ امۃ القیوم صاحبہ جو حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بطن سے ہیں کا نکاح 26 دسمبر 1938ء کو بیت النور قادیان میں آپ کے ساتھ پڑھا۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

ملکی و بین الاقوامی خدمات

آکسفورڈ سے اعلیٰ تعلیم کے بعد آپ نے سول سروس شروع کی اور پہلی اہم تقرری ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے طور پر ہوئی اور اس عہدہ پر سرگودھا میں بھی متعین رہے۔ مغربی پاکستان میں آپ سیکرٹری فنانس اور ایڈیشنل چیف سیکرٹری رہے۔ صدر ایوب خان کے دور میں آپ ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن اور صدر یحییٰ خان کے دور میں اقتصادی امور کے مشیر رہے جو وفاقی وزیر کے برابر عہدہ تھا۔

1974ء میں آپ ورلڈ بنک سے منسلک ہوگئے۔ ورلڈ بنک کے ڈائریکٹر اور آئی ایم ایف کے سٹاف میں بطور ایگزیکٹو سیکرٹری شامل ہوئے۔ قیام امریکہ کے دوران بھی آپ نے اپنے وطن کے لئے خدمات کا سلسلہ جاری رکھا۔ بطور خاص براؤن ترمیم کی منظوری کے لئے حکومت پاکستان کی گرانقدر مدد کی۔ آپ 1984ء میں ورلڈ بنک سے ریٹائر ہوئے۔

جماعتی خدمات

1989ء سے آپ جماعت احمدیہ امریکہ کے امیر چلے آرہے تھے اور تادم آخر اس عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کے دورِ امارت میں جماعت امریکہ نے مختلف جہتوں سے غیر معمولی ترقی کی۔ جماعت امریکہ کی مرکزی بیت الذکر بیت الرحمٰن کی تعمیر ہوئی۔ اس کے علاوہ بہت سی بیوت الذکر کی تعمیر و توسیع اور مشن ہاؤسز کی خرید و تعمیر ہوئی۔ مالی قربانی کے لحاظ سے جماعت امریکہ صف اوّل کے ممالک میں پہنچ گئی۔

ادارہ خالد و تشحیذ حضرت میاں صاحب کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، آپ کی اہلیہ محترمہ اور دیگر تمام اقرباء سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور اعلیٰ علیین میں داخل فرمائے۔ آمین

☆☆☆

اعلان

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی وفات پر صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی قراردادِ تعزیت صفحہ 41، 42 پر اور مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی قراردادِ تعزیت صفحہ 26 پر شمارہ ہذا میں شامل اشاعت ہے۔ اس کے علاوہ ادارہ خالد و تشحیذ کو تحریک جدید، وقف جدید اور مجلس انصار اللہ پاکستان کی طرف سے بھی قراردادِ تعزیت موصول ہوئی ہیں۔

قرارداد تعزیت بروفات

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ امریکہ کی وفات پر دلی تعزیت کا اظہار کرتی ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے فرزندِ ارجمند اور حضرت مصلح موعود کے داماد تھے۔ آپ مورخہ 23 جولائی 2002ء کو پاکستانی وقت کے مطابق ساڑھے نو بجے صبح رحلت فرما گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔ آپ کی عمر 89 سال تھی۔ اس لحاظ سے آپ اب تک خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مردوں میں سب سے لمبی عمر پانے والے خوش قسمت وجود تھے۔ آپ گذشتہ چند ماہ سے علیل چلے آرہے تھے اور طبیعت زیادہ خراب ہونے کے باعث واشنگٹن کے ہسپتال میں زیر علاج رہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم۔ ایم۔ احمد) عالمی شہرت کے حامل ماہر اقتصادیات تھے اور بین الاقوامی اقتصادی اداروں میں قدر کی نگاہ سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ اس پہلو سے بہت وقیع عہدوں پر بھی فائز رہے۔ اپنے وطن پاکستان کیلئے گرانقدر اقتصادی خدمات سرانجام دیں اور فنانس سیکرٹری، ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن اور صدر پاکستان کے اقتصادی امور کے مشیر بھی رہے، لیکن آپ کا اصل اعزاز یہ تھا کہ آپ ایک متقی، دیندار، اور مخلص خادم سلسلہ تھے۔ آپ نے زندگی بھر دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ مختلف جہتوں سے جماعتی خدمات کی سعادت پانے کے ساتھ ساتھ آپ 1989ء سے جماعت احمدیہ امریکہ کے امیر کے طور پر تاریخی خدمات کی توفیق پا رہے تھے۔ آپ کے دورِ امارت میں جماعت احمدیہ امریکہ نے مختلف میدانوں میں غیر معمولی ترقی کی اور اہم سنگ میل طے کئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو یہ اعزاز اور خوش قسمتی بھی نصیب ہوئی کہ آپ کے دورِ امارت میں حضور خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امریکہ کے متعدد دورے فرمائے۔

علاوہ ازیں آپ کو یہ سعادت اور اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضورِ انور کو کئی رؤیا و کشوف میں آپ کا وجود دکھایا گیا جس کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کی فتح و ظفر اور ترقیات سے تعبیر فرمایا۔

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، مرحوم کی اہلیہ محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ، مکرم طاہر مصطفیٰ احمد صاحب اور دیگر اہل خاندان سے دلی تعزیت کرتی ہے۔

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ ...

أَلَا لَيْسَ غَيْرُ اللّٰهِ فِي الدَّهْرِ بَاقِيًا

وَكُلُّ جَلِيْسٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ يُهْجَرُ

(خطبہ الہامیہ)

سنو! اللہ کے سوا زمانے میں کوئی باقی رہنے والا نہیں اور ہر ایک ہمنشین اللہ کے سوا جدا کیا جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(مکرم مبشر احمد خالد صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی عشق الٰہی، عشقِ رسول ﷺ اور عشقِ قرآن سے سرشار نظر آتی ہے۔ اور یہ سہ آتشہ عشق آپ میں اِس کمال تک پہنچا ہوا تھا کہ جس کی اکنافِ عالم میں نظیر ملنا محال ہے۔ یہ درست ہے کہ آپ کا عشقِ الٰہی اوّل نمبر پر ہے جو ایک لامتناہی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا ہے۔ مگر محبت الٰہی کے بعد دوسرے نمبر پر آپ کا ذرّہ ذرّہ عشقِ رسول ﷺ سے مخمور تھا اور اس میدان میں بھی آپ عدیم المثال مقام پر فائز تھے۔ جیسا کہ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ:

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی میں خدا کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر میرا یہ عشق کسی کی نظر میں کفر ہے تو پھر خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جو عشق آپ کے سینہ میں موجزن تھا اس میں آپ نے وہ لازوال مقام حاصل کیا کہ جو چودہ سو سال میں کوئی عاشق رسولؐ حاصل نہ کرسکا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی محبت میں اپنی ذات کی بکلی نفی کرتے ہوئے دوئی کے ہر نقش کو مٹا دیا۔ اور غیریت کے ہر پردے کو چاک کردیا۔ یہی وہ مقام ہے جس کی ترجمانی اس شعر سے ہوتی ہے کہ:-

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ والہانہ عشق محض دعویٰ نہ تھا بلکہ آپ کے ہر قول و فعل، نشست و برخاست غرضیکہ ہر حرکت و سکون میں اس کا زبردست پرتَو نظر آتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ بیت مبارک میں ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جارہی تھی۔ اُس وقت ایک مخلص دوست نے باہر سے آکر حضرت مسیح موعودؑ کو کچھ اس حالت میں دیکھا تو گھبرا کر فوراً پوچھا کہ حضور کیا معاملہ ہے؟ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ میں اس وقت حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ:-

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

"یعنی اے خدا کے پیارے رسول! تو میری آنکھ کی پتلی ہے جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہوگئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہوگئی"۔

یہ شعر سنا کر حضورؑ نے فرمایا کہ میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہورہی تھی کہ

"کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا!"

اِس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ حضرت حسانؓ کا یہ شعر محبت رسول ﷺ کے اظہار میں ہر دوسرے کلام پر فائق ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں عشق رسول ﷺ کے کمال کی وجہ سے ہر غیر معمولی اظہار محبت کے

موقعہ پر یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش یہ الفاظ بھی میری ہی زبان سے نکلتے۔ عشق و محبت کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ محبوب کی ہر چیز سے پیار ہوتا ہے۔ محبوب کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز محبوب ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پہلو سے بھی یکتا نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں کہ:۔

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است

یعنی میری جان اور دل محمد ﷺ کے جمال پر قربان ہے اور میری خاک آل محمد ﷺ کے کوچہ پر نثار ہے۔

اس صورتحال کا ایک عملی نظارہ اس وقت دیکھنے میں آیا جب ایک دفعہ محرم کے مہینہ میں اپنے باغ میں اپنے بچوں کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا واقعہ سنا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:۔

”یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم ﷺ کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا“۔

عشق کا لازمی نتیجہ قربانی اور فدائیت اور غیرت کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ جذبہ بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ ایک جگہ عیسائی پادریوں کے اُن جھوٹے اور ناپاک اعتراضوں کا جو وہ آنحضرت ﷺ کی ذات پر کیا کرتے تھے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول ﷺ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا ہے جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر ﷺ کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش“۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۱۵ ترجمہ عربی عبارت)

اس عبارت کو غور سے پڑھنے کے بعد ہر شخص بخوبی یہ جان سکتا ہے کہ آپ کو رسول کریم ﷺ سے کس قدر عشق تھا۔

یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہر وہ منثور اور منظوم کلام جو آپ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی عالی شان میں رقم فرمایا ایسے شہد کے چھتہ کی مانند ہے جس میں سے شہد کی کثرت کی وجہ سے عسل مصفی کے قطرے گرنے شروع

ہو جاتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر آپ کے منظوم اور منثور کلام میں سے صرف چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

آپ اپنی کتاب پیغام صلح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی ﷺ پر جو ہمیں جان اور ماں باپ سے بھی زیادہ پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں''۔ (پیغام صلح ص نمبر ۳۰)

اسی طرح اپنی ایک دوسری کتاب سراج منیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی''۔

(سراج منیر ص ۷۲)

اپنے عربی منظوم کلام میں فرماتے ہیں کہ:۔

''یعنی اے میرے محبوب آقا! تیری محبت میرے رگ و ریشہ میں اور میرے دل میں اور میرے دماغ میں رچ چکی ہے۔ اے میرے خوشیوں کے باغیچے! میں ایک لحہ اور ایک آن بھی تیری یاد سے خالی نہیں رہتا۔ میری روح تو تیری ہو چکی ہے مگر میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی تڑپ رکھتا ہے۔ اے کاش! مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی''۔

ایک اور جگہ اپنے اردو کلام میں فرماتے ہیں:۔

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لا جرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

ان اشعار میں جس محبت اور جس عشق اور جس تڑپ اور جس فدائیت کا جذبہ چھلک رہا ہے وہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک وفا شعار شاگرد اور ایک احسان مند خادم کی حیثیت میں اپنا ہر پھول آپ کے قدموں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں اور بار بار عاجزی اور انکساری کے یہ ترانے گاتے ہیں کہ:۔

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است
این آتشم ز آتش مہر محمدؐ یست
ویں آب من ز آب زلال محمدؐ است

یعنی ”یہ رواں چشمہ جو میں خلق خدا کو دیتا ہوں۔ کمال محمد ﷺ کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ اسی طرح میری یہ آگ عشق محمد ﷺ کی آگ سے ہے۔ میرا یہ پانی محمد ﷺ کے مصفّٰی پانی سے ہے“۔

ایک دوسری جگہ فرمایا کہ:۔

”اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت میں نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں ہرگز کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ کا نہ پاتا“

ایک اور جگہ اپنی ایک نظم میں آنحضرت ﷺ کے عشق میں متوالے ہوکر فرماتے ہیں:۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

پس حضرت مسیح موعودؑ کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ واقعی آپ فنافی الرسول تھے۔ اسوہ رسول ﷺ کا باریک سے باریک پہلو بھی آپ نے نظرانداز نہ کیا۔ حتیٰ کہ آپ نبی کریم ﷺ کے سایہ کے طور پر ہو گئے جو اپنے اصل سے سر مو ادھر ادھر نہیں تھا۔

یا رب صل علی نبیک دائما
فی ھذہ الدنیا وبعث ثان

☆☆☆

کنگسٹن سے شکاگو تک

(محمد زکریا ورک۔ کینیڈا)

اس سال موسم گرما کی تعطیلات میں ہمیں کنگسٹن سے شکاگو اور وہاں سے دو گھنٹے کی مسافت پر واقع شہر پی اوریا Peoria جانے کا اتفاق ہوا جہاں ہمارا لخت جگر برسر روزگار ہے۔ پی اوریا شہر یہاں سے ایک ہزار کلومیٹر کی مسافت پر ہے اس لئے کنگسٹن سے علی الصبح چھ بجے لنکن ٹاؤن کار کے ذریعہ عازم سفر ہوئے۔ دو گھنٹے میں ٹورنٹو پہنچے وہاں سے نور نظر عدنان کو ساتھ لیا اور چار گھنٹے میں ہم ونڈسر شہر پہنچ چکے تھے جو بارڈر پر واقع ہے۔ کینیڈا کے اس طرف یہ شہر اور امریکہ کی سائڈ پر ڈیٹرائیٹ شہر واقع ہے۔ امریکی امیگریشن آفیسر نے تین چار سوالات کے بعد ہمیں جانے کی اجازت دے دی اور ہم جلد ہی ہائی وے ۹۴ کے ذریعہ شکاگو کی جانب روانہ ہو چکے تھے کینیڈا کی نسبت یہاں گیس سٹیشن ریستوران جگہ جگہ واقع ہیں کار کی رفتار اوسطاً ۱۲۰ کلومیٹر فی گھنٹہ رہی اور عقابی نظروں سے ہائی وے کے دونوں طرف پولیس کروزرز کو دیکھتے رہے۔ بعض ریاستوں میں کار ۶۵ کلومیٹر فی گھنٹہ اور بعض ریاستوں میں ۷۰ سے زیادہ چلانے کی اجازت نہیں ہے اگرچہ ہم نے کار کے اندر ضیافت کا انتظام کیا ہوا تھا مگر پھر بھی ٹھنڈے مشروب اور کافی سے جسم و جان کو تروتازہ کرتے رہے۔ سفر کے دوران جن شہروں میں سے گذر ہوا ان میں ڈیئربارن، این آربر، جیکسن، بیٹل کریک، کالا مزو، گیری انڈیانا، بلومنگٹن کے نام قابل ذکر ہیں۔

شکاگو پہنچ کر ہم نے ہائی I-55 لے لی اور پھر اس کے بعد I-74 پر سفر کیا جب ہائی وے 55 پر رواں دواں تھے تو موسلا دھار بارش اس قدر زور و شور سے ہوئی کہ کار چلانا غیر ممکن ہو گیا مگر میں نے رفتار کم کر دی اور کار کی ایمرجنسی لائٹ Blinkers آن کر دی اور کار کو ہائی وے پر لگی وائٹ لائن کو دیکھ دیکھ کر چلاتا رہا۔ میں نے زندگی میں اس قدر بارش نہ دیکھی تھی اوپر گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی بادل سیاہ اور پانی سے بھرے ہوئے تھے خیر اللہ اللہ کر کے نصف گھنٹے میں بارش ختم ہو گئی اور ہم شام سات بجے عزیزم ذیشان کے اپارٹمنٹ کے دروازے پر دستک دے چکے تھے۔ عزیزم کو دیکھ کر ماں کا دل تو باغ باغ ہو گیا۔ شام کے کھانے کے بعد ہم جلد ہی تھکاوٹ کے باعث بستر خواب پر دراز ہو چکے تھے اگلے روز مقامی شہر کی سیر کی اور پھر پروگرام کے مطابق سوموار کے روز شکاگو کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

شکاگو یہاں سے دو گھنٹہ کی مسافت پر ہے اور وہاں جانے کا واحد مقصد یہاں کے مشہور زمانہ Alder Planetarium & Astronomy Museum کی سیر تھی یہ میوزیم مشی گن جھیل کے کنارے نہایت خوبصورت مقام پر واقع ہے یہاں سے شکاگو کی سکائی لائن بہت بھلی لگتی ہے۔ میوزیم کی عمارت کے دونوں طرف قطاروں میں لگے پھول ہی پھول ہیں اور درخت بھی بہت لگے ہوئے ہیں جھیل سے آتی ہوئی ہوا گرمی کا احساس کم کر دیتی ہے۔ میوزیم کے عین سامنے مشہور اسٹرانومر کوپرنیکس (Copernicus) کا مجسمہ لگا ہوا ہے۔ میوزیم کا شرح داخلہ صرف پانچ ڈالر ہے۔ اس میوزیم کا افتتاح ۱۹۳۰ء میں ہوا تھا جو کہ امریکہ میں سب سے پہلا Planetarium تھا۔ جب میں بلڈنگ میں داخل ہوا تو گھپ اندھیرا تھا چھت پر چھوٹے چھوٹے بلب

لگے ہوئے تھے جیسے آسمان پر ستارے چمک رہے ہوں اور ان کا سایہ فرش پر پڑتا تھا اس لئے میں تردد سے قدم اٹھارہا تھا میوزیم کے کئی حصے ہیں جیسے اوپر کی منزل پر سکائی تھیٹر ہے اور اس کے ساتھ ہی یونیورس گیلری ہے جس میں انسان لائٹ، قوت، ثقل، موشن اور انرجی کے بارہ میں معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ نیچے کی منزل پر ہسٹری آف اسٹرانومی گیلری ہے جس میں پرانے زمانے کے انسٹرومنٹس رکھے ہوئے ہیں جو علم فلکیات کے لئے بنیادی اینٹ کی اہمیت رکھتے تھے ان انسٹرومنٹس میں سے میرے لئے دلچسپی کا باعث اصطرلاب کا آلہ تھا۔ جہاں اصطرلاب رکھے ہوئے ہیں اس سیکشن کا نام اسلامک اسٹرانومی ہے اس میں دیوار پر اسلامی دنیا کا نقشہ تھا اور جملہ اسٹرانومرز میں اسلامی دنیا کے سب سے بڑے ہیئت دان نصیرالدین الطوسی کا نام سرفہرست تھا۔ ایک جگہ انسان تجربے کے ذریعہ اصطرلاب کو استعمال کرکے مکہ مکرمہ کو بغداد شہر سے تلاش کرسکتا ہے۔ پھر ایک اور تجربہ کے ذریعہ انسان اصطرلاب پر لگے آلہ alidade کے ذریعہ آسمان پر موجود ستارے کو دیکھ سکتا ہے اور یہ جان سکتا ہے کہ یہ ستارہ کتنی ڈگری پر واقع ہے۔

لاہور کا بنا ہوا اصطرلاب

اصطرلاب دو ہزار سال پرانا انسٹرومنٹ ہے تاریخ میں آتا ہے کہ ۱۴۰ ق م سے پہلے یہ آلہ بنایا گیا تھا مگر اس کا سب سے زیادہ استعمال اور اس کی نشوونما نویں صدی میں اسلامی دنیا میں ہوئی۔ ایران، ہندوستان، عراق، شام، مصر تمام اسلامی ممالک میں یہ آلہ بنایا گیا اور اس کے ذریعہ مسلمان ہیئت دانوں نے نہ صرف نئے ستارے تلاش کئے اور ان کے کیٹالاگ تیار کئے بلکہ اس کو سمندری سفروں کے دوران بھی استعمال کیا گیا اس کی مقبولیت کی ایک وجہ یہ تھی کہ مسلمان کسی بھی ملک سے نماز کے لئے مکہ کی سمت اس سے تلاش کرلیتے تھے اور یورپ میں نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا تو اس کا تعارف اسلامی سپین سے تیرہویں صدی میں ہوا اور ۱۶۵۰ء تک یہ اسٹرانومی کا مقبول عام آلہ تھا۔

اصطرلاب درحقیقت پرانے زمانے کا کمپیوٹر تھا کیونکہ اس کے ذریعہ انسان مندرجہ ذیل کام کرسکتا تھا۔ راستہ تلاش کرنا۔ بلڈنگ کی اونچائی معلوم کرنا۔ رات یا دن کا وقت معلوم کرنا جب کہ گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں۔ رات کے وقت ستاروں کی پوزیشن معلوم کرنا۔ کسی بھی شہر یا دنیا کی کسی بھی جگہ پر سورج کے طلوع اور غروب کے اوقات معلوم کرنا۔ خطہ ارض پر کسی بھی جگہ سے مکہ کا صحیح مقام تلاش کرنا۔ اسٹرالوجی کے چارٹ تیار کرنا۔ سمندر میں سفر کے دوران سمت معلوم کرنا اس قسم کے اصطرلاب کو Mariner's astrolabe کہتے تھے۔ نیز اسٹرانومیکل ٹیبلز کی تیاری۔ میوزیم میں کل ۳۱ اصطرلاب ہیں ان میں سے چند ایک کی تفصیل یہ ہے:-

۱۔ یہ اصطرلاب سپین میں محمد ابن یوسف ابن حاتم نے ۱۲۴۰ء میں تیار کیا۔ ۲۔ یہ والا ۱۵۵۸ء میں سپین کے باشندے G.Arsenius نے تیار کیا۔ ۳۔ یہ ۱۵۹۸ء میں فرانسیسی باشندے Martinot نے تیار کیا۔ ۴۔ یہ آلہ لاہور کے باشندے نے بنایا اور اس پر لکھا ہے عمل ضیاء الدین محمد ابن ملا اصطرلابی ہمایوں لاہوری ۱۰۵۷ ہجری (۱۶۴۷ عیسوی) ۵۔ ۱۱۳۰ء میں ایران کے باشندے بدرالدین عبداللہ نے سلطان ابوالقاسم محمود کے لئے تیار کیا۔ ۶۔ سات اصطرلاب جو برطانیہ میں تیار کئے گئے ۱۶۵۰ء کے لگ بھگ۔ ۷۔ ۱۷۲۰ء میں ایرانی آلہ ساز عبدالائمہ ابن عبدالحسین اصفہان نے پانچ آلے تیار کئے۔ ۸۔ ۱۲۹۹ء میں اس آلہ کو محمد ابراہیم الحسنی ایرانی نے تیار کیا۔ ۹۔ ۱۵۵۹ء میں اس آلہ کو اطالین باشندے Zabeus نے پاڈوا شہر میں تیار کیا۔ ۱۰۔ فرانس کے باشندے Jean Fusoris نے یہ آلہ پیرس میں ۱۴۰۰ء میں تیار

کیا۔۱۱۔۱۵۴۰ء میں اس آلہ کو نیورمبرگ جرمنی کے باشندے Hartmann نے بنایا۔

چاند کا ٹکڑا

اس حصہ کو دیکھنے میں دو گھنٹے لگ گئے اس لئے جلدی جلدی باقی کے میوزیم کو دیکھنا شروع کیا۔مندرجہ ذیل چیزیں قابل دید تھیں۔

☆شہاب ثاقب کا ایک بڑا وزنی سیاہ رنگ کا ٹکڑا جو امریکی ریاست ایری زونا میں گرا تھا اس کا وزن ۱۰۱۵ پاؤنڈ ہے اصل شہاب ثاقب جو گرا تھا وہ ۱۵۰ فٹ لمبا اور اس کا وزن تین لاکھ ٹن تھا۔☆چاند سے لایا ہوا پتھر کا نمونہ جو اپالو ۱۵ جہاز سے لایا گیا تھا۔☆مریخ سے آئے ہوئے زمین پر گرنے والے شہاب ثاقب کا نمونہ (دو پتھر)۔☆ The Atwood Sphere زمین سے مشابہ ایک کمرہ جس میں صرف آٹھ یا نو آدمی بیٹھ سکتے تھے اس کا دروازہ بند ہونے پر یوں لگتا تھا کہ اوپر سیاہ آسمان ہو اور اس پر مختلف ستارے اور Constellations جیسے ثور، عقرب، سرطان، جدی، اسد۔ان سب کی پہچان ایک شخص کراتا تھا وہ ساتھ ساتھ لوگوں سے ان کی ولادت کا مہینہ پوچھ کر ان کی پہچان کراتا تھا۔☆ایک بہت بڑی ٹیلی اسکوپ جس کے ساتھ برطانیہ کے مشہور ہیئت دان ولیم ہیرشل Hershcell کا دیو قامت مجسمہ تھا اور اس کی آواز ٹیپ کیسٹ پر سنائی جارہی تھی۔

☆سترھویں صدی کا سکول روم جس میں بینچ پڑے تھے اور استاد کے لئے کرسی۔اونچی جگہ پر کیفے ٹیریا جس کا نام گیلی لیو ہے۔رصدگاہ Doane Observatory جو ہم دیکھ نہ سکے۔میوزیم کے ایک حصہ کا نام نادر کتب کا ذخیرہ Rare Book Collection ہے جس میں دو ہزار کے قریب کتب ہیں ان میں بارہ کے قریب ۱۵۰۰ء سے قبل شائع ہوئی تھیں ان نادر کتب کے ذخیرہ میں کئی ایک کتابیں بڑے اہم موضوعات پر ہیں۔ ہسٹری آف اسٹرانومی، سائینٹفک انسٹرومینٹس، اٹیلس، شہاب ثاقب پر کتب، اسٹرانومی پر کتب اور ٹیبلز، ریاضی پر کتب، آپٹکس پر کتب، صدیوں پرانے انسائیکلوپیڈیا اور ڈکشنریز۔

میوزیم بند ہونے میں اب ایک گھنٹہ رہ گیا تھا مگر ہم نے شکاگو کی اور بھی سیر کرنی تھی اس لئے باقی کا میوزیم دیکھنے کی تشنگی رہی۔

ابراہام لنکن کے شہر میں

امریکہ کے مشہور زمانہ صدر ابراہام لنکن نے ۲۵ سال کا عرصہ ایلی نائس ریاست کے شہر سپرنگ فیلڈ میں گزارا جو پی اوریا سے صرف ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہے اس لئے ایک روز ہم اس شہر میں آن وارد ہوئے۔اس روز سورج اپنے جوبن پر تھا۔اس لئے سب سے پہلے آئس کریم سے جسم و جاں کو تازہ کیا گیا سڑکوں پر لوگ بہت کم تھے جو نظر آئے وہ بلڈنگوں کے سایہ میں خراماں خراماں چل رہے تھے ایک نوجوان سے راستہ دریافت کیا تو پتہ چلا کہ تمام قابل دید مقامات نزدیک ہی ہیں۔

یاد رہے کہ صدر لنکن آٹھ سال تک (1834-42) تک اس ریاست کی اسمبلی کا بھی ممبر رہا اس نے امریکی سینٹ کا الیکشن بھی لڑا مگر ہار گیا پھر وہ سپرنگ فیلڈ سے ہی کانگریس کا ممبر ۱۸۴۶ء میں منتخب ہوا۔اس نے کئی سال تک اسی شہر میں وکالت کی اور ریاست کا سب سے اچھا کورٹ روم وکیل تھا اس کے تمام بچوں کی ولادت یہاں ہوئی یہیں سے وہ امریکہ کا سولھواں صدر منتخب ہو کر ۱۱ فروری ۱۸۶۱ء کو واشنگٹن گیا اور وفات کے بعد یہیں آسودہ خاک ہوا۔سب سے پہلے ہم نے ریاست ایلی نائس کی اسمبلی کی پرانی بلڈنگ کی سیر کی جس کے اندر اسمبلی ہال، سینٹ کا ہال، آڈیٹر کا آفس، سیکرٹری آف اسٹیٹ کا آفس، سپریم کورٹ ابھی تک جوں

کی تو محفوظ ہیں۔ یہاں کی نہایت شاندار لائبریری جس میں تمام کتب، تصاویر، ہاتھ سے لکھے نسخے، نقشے، لنکن کی زندگی اور کارناموں پر ہیں۔ میں نے کئی ایک مرد اور عورت دیکھے جو اپنی اپنی ریسرچ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر غوطہ زن تھے۔ اس بلڈنگ کے عین سامنے لنکن کے پرانے لاء آفس کی عمارت ہے جس کے باہر یہ نام کندہ ہے - Lincoln Herndon Law Offices اب آفس میں داخلہ ممکن نہیں۔ کچھ فاصلہ پر اس چرچ کی عمارت ہے۔ جہاں مسٹر اور مسز لنکن عبادت کے لئے آیا کرتے تھے میں چرچ کے اندر گیا تو دروازے کے ساتھ آفس میں بیٹھی بزرگ خاتون مجھے دیکھ کر خوش ہوئی کہ چلو کوئی تو آیا اس نے مجھے وہ بینچ دکھایا جس پر بیٹھ کر مسٹر لنکن اپنی بیوی اور تین بیٹیوں کے ساتھ عبادت کیا کرتا تھا اس پر Pew No. 20 کندہ ہے۔ ۳۰ اگست ۱۸۵۶ء کو مسٹر لنکن نے کالونائزیشن کے موضوع پر اس چرچ میں خطاب کیا یہ اس دور کی تحریک تھی جس کا مقصد امریکی غلاموں کی خرید اور ان کی آزادی تھی یا ایسے غلاموں کی مدد جو افریقہ واپس لوٹ جانا چاہتے تھے۔

لنکن کا پیارا گھر

اب مسٹر لنکن کا گھر دیکھنے کا موقعہ تھا جس کے لئے ہم نے سیونتھ سٹریٹ پر واقع لنکن ہوم وزیٹر سینٹر سے ٹکٹ حاصل کئے اور لنکن کے گھر جو Eigtht Street پر واقع ہے پہنچ گئے جہاں ہمیں نیشنل پارک سروس کی باوردی ملازم خاتون نے گھر کے اندر جانے اور گھومنے کے احکامات سنائے اس سڑک پر دونوں طرف موجود تمام گھر حکومت کے قبضہ میں ہیں اور ٹریفک کی ممانعت ہے تمام گھروں کے باہر تختیاں لگی ہوئی ہیں اور ان کی مختصر تاریخ مثلاً ایک گھر کے سامنے تختی پر لکھا ہے کہ اس گھر میں رہنے والی لڑکی مسٹر لنکن کے بچوں کی بے بی سٹنگ کیا کرتی تھی۔

گھر کے باہر انتظار کی جگہ پر ایک درجن سے کچھ زیادہ امریکہ کی مختلف ریاستوں سے آئے وزیٹر اکٹھے ہو چکے تھے اور قطار بنا کر گھر کے اندر داخل ہوئے۔ دروازے پر نام کی تختی لگی تھی جس پر A.Lincoln لکھا تھا۔ گھر کے سب سے پہلے کمرے کا نام پارلر Parlor تھا جہاں مسٹر لنکن اپنے معزز مہمانوں، سیاست دانوں اور وکیلوں کی ضیافت کیا کرتا تھا یہ کمرہ اس لحاظ سے تاریخی ہے کہ جب ۱۸۶۰ء میں ری پبلکن پارٹی نے شکاگو میں ہونے والے کنونشن میں مسٹر لنکن کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا تو اس کمرہ میں کمیٹی کے افراد نے اس کو نامزدگی کی اطلاع دی تھی۔ یاد رہے کہ ۱۸۶۰ء تک مسٹر لنکن نے داڑھی نہ رکھی تھی۔ انتخابی مہم کے دوران نیویارک سٹیٹ کی بارہ سالہ لڑکی Grace Bedell نے اسے خط لکھا کہ اگر وہ داڑھی رکھ لے تو اسے ووٹ اور بھی زیادہ ملیں گے چنانچہ اس نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور یوں وہ داڑھی والا پہلا امریکی صدر تھا۔ ایک کمرہ میں دیوار پر مسٹر لنکن کا شیو کرنے کے لئے شیشہ تھا اور اس کے نیچے میز پر تین استرے، کنگھی اور پانی کا جگ بڑے پیالے میں رکھا ہوا تھا۔ اس سے ملحق سٹنگ روم تھا جہاں لنکن اپنے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا چونکہ لنکن کا قد لمبا تھا اس لئے وہ زمین پر فائر پلیس کے پاس دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھتا تھا ایک میز پر سلیٹ، چاک اور کھلونے والے ڈبے میں بانٹنے پڑے تھے کھلونوں میں سٹیریوسکوپ تھا جو کہ جدید زمانے کا ویو ماسٹر تھا جس میں ڈبے کے دونوں طرف سوراخ تھے درمیان میں تصویر رکھ دیں اور سوراخ میں سے اسے دیکھیں تو تصویر تھری ڈائی مینشن میں نظر آتی تھی۔

اس کے ساتھ کچن تھا جہاں پرانے چمچے، پلیٹیں، چائے دانی اور سٹو وتھا جس پر دو استریاں تھیں دیوار پر دو شیلف لگے تھے جس پر چیزیں بڑے قرینے سے رکھی ہوئی تھیں دو

استریاں اس لئے تھیں کہ ایک ٹھنڈی ہو جائے تو دوسری استعمال میں لائی جاسکے اور یہ سٹوو میں جلنے والی آگ اور اس پر لوہے سے گرم ہوتی تھیں اس کے ساتھ نہانے کے لئے جگہ تھی ایک ہی باتھ ٹب میں تمام بچے نہاتے تھے۔ یہاں سے گھر کے پچھلی طرف جانے کے لئے دروازہ تھا جہاں کچھ فاصلے پر رفع حاجت کا کمرہ تھا یعنی زمین میں تین سوراخ کچھ فاصلہ چھوڑ کر کھدے تھے اور ان پر بیٹھنے کے لئے کموڈ پڑے تھے اس سے ملحق چھت دار کمرہ میں گھوڑا گاڑی کے لئے جگہ تھی۔ ہمیں ہدایت دی گئی تھی کہ جہاں جہاں قالین بچھا ہوا ہے وہاں پر ہم نے چلنا ہے ایک دفعہ میرا پاؤں لکڑی کے فرش پر چلا گیا تو سیکورٹی الارم بجنا شروع ہو گیا گھر کی دوسری منزل پر سیڑھیاں جاتی تھیں۔ جہاں بیڈروم تھے لنکن کے کمرے میں اس کا بیڈ اور کونے میں اس کا میز تھا جہاں وہ رات کے وقت اٹھنے پر اپنی تقاریر یا مقدمات کی تیاری کیا کرتا تھا میز کے اوپر دو خانے تھے جس میں اپنے کاغذات اور کتابیں رکھتا تھا کمرے کا فرنیچر کافی قیمتی تھا جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ ایک کامیاب وکیل تھا ہمارے گائیڈ نے بتایا کہ لنکن رات کو بہت کم سوتا تھا اس کا قد چھ فٹ اور چار انچ تھا اس لئے اس کا بستر کافی بڑا تھا۔ بیڈروم میں بڑی کھڑکیاں تھیں اس لئے روشنی کافی مقدار میں اندر آرہی تھی اس کے ساتھ والا کمرہ اس کی بیوی Mary Todd کا تھا گائیڈ نے ہمیں بتایا کہ اس زمانے میں میاں بیوی کا کمرہ الگ الگ ہونا ان کے Status کی نشانی تھی اور نارتھ کی طرف موجود بیڈروم بچوں کا تھا اس کے ساتھ ہی گھر کی ملازمہ کا آرام دہ کمرہ تھا جو مسز لنکن کی کھانا پکانے اور بچوں کی نگہداشت میں مدد کرتی تھی جب بھی دعوت ہوتی تو اس گھر میں ڈیڑھ سو سے دو سو مہمان مدعو ہوتے تھے۔ تین بچوں کی پیدائش اسی گھر میں ہوئی۔ اس گھر کی تیس کے قریب کھڑکیاں تھیں۔ یاد رہے کہ مسٹر لنکن گائے کا دودھ خود مہیا کرتا تھا جلانے کے لئے لکڑیاں وہی لاتا تھا۔

اس کے چار بچوں میں سے ایڈورڈ صرف چار سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت کر گیا دوسرا بیٹا ولیم صرف بارہ سال تک زندہ رہا جبکہ تیسرا بیٹا ٹامس صرف اٹھارہ سال تک زندہ رہا چوتھے بیٹے رابرٹ ٹاڈ 1843-1926 نے لمبی عمر پائی اور جس کی اولاد ہوئی۔ وہ باپ کی طرح کامیاب وکیل اور سٹیٹس مین تھا بلکہ وفاقی وزیر بھی رہا ہمارے گائیڈ نے بتلایا کہ لنکن کی اولاد اور خاندان میں سے آخری فرد نے بیس سال قبل وفات پائی۔ امریکہ کا صدر منتخب ہونے پر مسٹر لنکن نے یہ گھر کرایہ پر دے دیا اور گھر کی کچھ چیزیں سٹور کر دیں اس امید پر کہ وہ واپس آنے پر ان کو استعمال کر سکے گا۔ مگر وائے حسرت وہ واپس آیا تو مشت خاک کی صورت میں۔

جب ۴ مئی ۱۸۶۵ء کو اس کا جنازہ اس شہر میں آیا تو فیونرل پروسیشن اس گھر کے سامنے سے گزرا اور اس کو Oak Ridge کے قبرستان میں دفنایا گیا جو یہاں سے چار کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا۔

لنکن کے مزار پر

اوک رج قبرستان Monument Avenue پر واقع ہے۔ قبرستان میں درخت اور سبزہ ہر طرف دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ داخل ہوتے ہی لنکن کا مزار نظر آجاتا ہے جو ۱۸۶۹ء میں تعمیر ہوا تھا۔ اس کا مخروطی مینار ۱۱۷ فٹ اونچا ہے اور گرینائیٹ سے بنا ہوا ہے۔ مزار کے نیچے لنکن کا بہت اونچا مجسمہ ہے مزار کے چبوترہ پر ملٹری کے چاروں ونگز کے فوجیوں کے مجسمے ہیں مقبرہ کے اندر داخل ہونے والے دروازہ کے قریب لنکن کا Bronze Bust ہے داخل ہونے پر معلوم ہوا کہ مقبرہ ایک دائرہ کی صورت میں ہے بائیں طرف سے جاتے ہوئے چار ریاستوں کے جھنڈے ہیں جہاں مسٹر لنکن

کے آباؤاجداد رہا کرتے تھے عین درمیان میں امریکہ کا جھنڈا ہے اس کے بعد کین ٹکی، انڈیانا اور ایلی نائس ریاستوں کے جھنڈے ہیں جہاں مسٹر لنکن رہ چکا تھا اس کے ساتھ امریکی صدر کا جھنڈا ہے اور دیوار پر یہ الفاظ کندہ ہیں Now he belongs to the ages جو لنکن کے وزیر جنگ نے اس کے قتل کے بعد بے ساختہ کہے تھے تھوڑا آگے جائیں تو مسٹر لنکن کی قبر آجاتی ہے جس پر امریکہ کا جھنڈا پڑا ہوا ہے دیوار پر اس کی مختصر بائیوگرافی اور اس کی اہم تقاریر کے الفاظ کندہ ہیں یہاں پر ایک شخص حفاظت کے لئے کھڑا تھا اس نے مجھے بتایا کہ اصل قبر دس فٹ نیچے ہے۔ مسٹر لنکن کی لاش سٹیل اور کنکریٹ والٹ کے اندر محفوظ ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب لنکن کی لاش سپرنگ فیلڈ پہنچی تو اس وقت یہ مقبرہ تیار نہ تھا اس لئے اس کی لاش کو ایک خاص والٹ میں محفوظ کر دیا گیا اور پھر مقبرہ تیار ہونے پر اسے یہاں دفنایا گیا مگر گیارہ سال بعد چوروں نے یہاں نقب لگائی اور اس کی لاش کو چوری کرنے میں قریب قریب کامیاب ہو گئے چنانچہ اس واقعہ کے بعد اس کی لاش کو مزار کی دو دیواروں کے درمیان گھپ اندھیرے میں چھپا دیا گیا چنانچہ کئی سال تک لوگ خالی مقبرہ کی زیارت کرتے رہے ۱۹۰۰ء میں پرانے مقبرہ کو مسمار کر دیا گیا اور نیا تعمیر ہوا۔ تعمیر کے دوران اس کی لاش کو خفیہ جگہ پر رکھا گیا اور بالآخر موجودہ مقبرہ کے تیار ہونے پر موجودہ قبر کی نشانی سے ایک منزل نیچے کنکریٹ اور سٹیل والٹ میں محفوظ کر کے اسے مضبوطی سے زمین میں گاڑ دیا گیا۔ قبر کے قریب ہو کا عالم تھا مکمل خموشی اور وقار کا عالم۔ جب میں یہاں محو دعا تھا تو اس کے Gettysburg address کے الفاظ ذہن میں بار بار آتے رہے جو تاریخ عالم میں زندہ رہنے والے لفظ ہیں:

Government of the people, by the people, for the people shall not perish from the earth.

یاد رہے کہ گیٹس برگ واشنگٹن شہر سے تین گھنٹے کی مسافت پر ہے جہاں ہم آج سے تین سال قبل بچوں سمیت گئے تھے اور وہ تمام علاقہ دیکھا تھا جہاں امریکن سول وار کی فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی وہاں کا جنگی میوزیم بھی دیکھنے کے لائق ہے اور میدان جنگ اور پہاڑیاں ابھی تک محفوظ ہیں اسی طرح واشنگٹن میں ہم نے فورڈ تھیٹر بھی دیکھا تھا جہاں مسٹر لنکن پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ بلڈنگ کے اندر شاندار میوزیم ہے ہر چیز شیشے کے فریمز کے اندر محفوظ ہے یہاں وہ گولی اور گن رکھی ہوئی ہے جس سے اس کو قتل کیا گیا نیز وہ تکیہ بھی رکھا ہوا ہے جو خون آلود ہے اور جس پر اس نے دم توڑا تھا ۱۵ اپریل ۱۸۶۵ء کے اخبارات بھی محفوظ ہیں جس دن اس نے اس دار فانی سے کوچ کیا تھا۔ میوزیم کے عین سامنے پیٹرسن ہاؤس ہے جہاں اسے فورڈ تھیٹر میں زخمی ہونے کے بعد اس گھر میں لایا گیا تھا یہاں وہ بستر محفوظ ہے جس پر زخمی حالت میں اس کو لٹایا گیا تھا اس گھر کا یہ خاص کمرہ جوں کا توں اصلی حالت میں ہے۔ میں انہی خیالات میں گم تھا کہ معلوم ہوا ہم واپس پی اوریا جانے کے لئے ہائی وے پر رواں دواں ہیں۔ جہاں فارم مشینری بنانے والی بین الاقوامی کمپنی کیٹرپلر Caterpiller کا ہیڈ کوارٹر واقع ہے۔ ہمارا ارادہ سپرنگ فیلڈ سے آگے شہر سینٹ لوئیس بھی جانے کا تھا جہاں کی Arch بہت مشہور ہے مگر کئی روز کی مسلسل کار ڈرائیونگ کے باعث یہ پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔

پاکستان میں رہنے والے حضرات لنکن کے گھر کا Virtual Tour انٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل ایڈریس پر کر سکتے ہیں۔ www.nps.gov/liho/home

☆☆☆

تاریخ احمدیت

ماہ ستمبر میں ہونے والے بعض اہم واقعات

(مرتبہ: ڈاکٹر نصیر احمد شریف صاحب۔ کلر کہار)

یکم ستمبر 1947ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ آپ سے راضی ہو) نے لاہور میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد رکھی۔

یکم ستمبر 1911ء حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی اجازت سے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان روانہ ہوئے۔

2 ستمبر 1982ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز دورہ کے لئے فرانس اور لکسمبرگ تشریف لے گئے۔

3 ستمبر 1947ء ''لوائے احمدیت'' ہندوستان سے پاکستان لایا گیا۔

4 ستمبر 1982ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہالینڈ کا دورہ فرمایا۔

5 ستمبر 1947ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پاکستان میں پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

6 ستمبر 1934ء حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے انگلستان گئے۔

7 ستمبر 1974ء پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ آئین اور قانون کی اغراض کے لئے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دے دیا۔

8 ستمبر 1983ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ سنگاپور کے دورہ پر تشریف لے گئے۔

9 ستمبر 1920ء بیت الفضل لندن کے لئے زمین کی خرید پر قادیان میں پرمسرت تقریب ہوئی۔

10 ستمبر 1974ء سیرالیون میں پہلے احمدیہ گرلز سیکنڈری سکول کا اجراء ہوا۔

11 ستمبر 1985ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ یورپ جو 15 اکتوبر تک جاری رہا۔

12 ستمبر 1969ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے احمدیہ ہال کراچی میں سورۃ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات زبانی یاد کرنے کی تحریک فرمائی۔

13 ستمبر 1985ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہالینڈ میں جماعت کے نئے مرکز بیت النور کا افتتاح فرمایا۔

15 ستمبر 1947ء پاکستان میں روزنامہ ''الفضل'' کا اجراء ہوا۔

16 ستمبر 1907ء حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کی۔

16 ستمبر 1927ء قادیان میں امۃ الحیٔ لائبریری کا افتتاح ہوا۔

17 ستمبر 1908ء حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے رسالہ ''البیان'' کے ایڈیٹر عبداللہ العمادی کے ایک مضمون کے جواب میں تفصیلی مضمون رقم فرمایا۔

18 ستمبر 1981ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے امن عالم کے لئے دعاؤں اور صدقات کی تحریک فرمائی۔

18 ستمبر 1983ء محترم شیخ ناصر احمد صاحب اوکاڑہ میں احمدیت پر قربان ہو گئے۔

19 ستمبر 1949ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مستقل رہائش کے لئے ربوہ تشریف لائے۔

20 ستمبر 1948ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ربوہ کا افتتاح فرمایا۔

22 ستمبر 1982ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ سکاٹ لینڈ تشریف لے گئے۔ مشہور مستشرق منٹگمری واٹ سے ملاقات۔

23 ستمبر 1924ء ویمبلے کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا مضمون حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھا۔

24 ستمبر 1982ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ گلاسکو تشریف لے گئے۔

25 ستمبر 1911ء حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (بعد میں خلیفۃ المسیح الثانی) نے پہلا خطبہ عید الفطر ارشاد فرمایا۔

26 ستمبر 1985ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ سپین۔

27 ستمبر 1899ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذاہب عالم کے جلسہ کے لئے حکومت کے نام میموریل شائع فرمایا۔

...... ستمبر 1894ء لندن میں پادریوں کی عالمی کانفرنس میں تحریک احمدیت کے بارہ میں تشویش کا اظہار کیا گیا۔

30 ستمبر 1895ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے رفقاء کے ہمراہ بابا نانک کا چولہ دیکھنے کے لئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے۔

30 ستمبر 1935ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا نکاح حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے ہوا۔

...... ستمبر 1912ء حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے رسالہ ''احمدی خاتون'' جاری کیا۔

(ماخوذ از تاریخی معلومات، صد سالہ تاریخ احمدیت بطرز سوال و جواب، الفضل ربوہ)

☆☆☆

ضروری اعلان

بیرون از پاکستان خریداران سے التماس ہے کہ آپ کے پتہ کی چٹ پر آپ کا خریداری نمبر اور مدت خریداری دی ہوئی ہے۔ جن خریداران کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ ان کی مدت خریداری کے ساتھ سرخ رنگ کا نشان لگا ہوا ہے۔ براہ مہربانی اسے دیکھتے ہوئے اپنے چندہ کی فوری ادائیگی کر دیں۔ شرح چندہ:۔
1500 پاکستانی روپے چندہ بنک ڈرافٹ یا بذریعہ چیک بنام مینیجر ماہنامہ خالد / تشحیذ ایوان محمود ربوہ کے ایڈریس پر بھجوائیں۔ جزاکم اللہ

اگر آپ چندہ کی بروقت ادائیگی نہیں کر سکتے تو براہِ مہربانی بذریعہ خط ہمیں مطلع کر دیں کہ آپ چندہ بعد میں ادا کر دیں گے۔ اس پر آپ کا رسالہ جاری رکھا جائے گا۔

مینیجر ماہنامہ خالد / تشحیذ

گوشۂ سائنس

(مرتبہ: ظفر اقبال۔ کنری سندھ)

حادثہ کی پیشگی اطلاع دینے والا کیمرہ

برطانیہ کی کنگسٹن یونیورسٹی کے ایک سائنسدان نے ایسا کیمرہ تیار کیا ہے جو انسانی رویوں اور ان کی حرکات وسکنات کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی بھی متوقع حادثہ کی پیشگی اطلاع فراہم کرتا ہے۔ اس قسم کے سوفٹ ویئر (Dubbed Crometica) کو مزید ایڈوانس کیا جا رہا ہے۔ یہ کیمرے اپنی سکرین پر ابھرنے والی مختلف شبیہات کی بنا پر پیش گوئی کرتے ہیں۔ گو یہ کیمرے ابتدائی طور پر عوام کی سیکیورٹی کے لئے رش کے مقامات پر نصب کئے گئے ہیں مثلاً بس اسٹینڈ یا ریلوے اسٹیشن یا دیگر عوامی اجتماعات کی جگہیں وغیرہ لیکن بعد ازاں سائنسدانوں کا خیال ہے کہ انہیں بڑے جرائم کی روک تھام کے لئے بھی استعمال کیا جائے۔ یہ کیمرے ایسے بیگ یا ایسی اشیاء کی جو کہ مشکوک حالت میں پڑے ہوئے ہوں، فوری طور پر نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کے موجد ڈاکٹر ویلاسٹن کا کہنا ہے کہ آٹومیٹک تلاشی کے دوران وہ ایسے تھیلوں یا مشکوک اشیاء کی بھی پہلے ہی نشاندہی کر سکیں گے کہ کون سی چیز اُٹھانی چاہیے اور کون سی نہیں۔ شہری حقوق کی کچھ تنظیموں نے اس قسم کے کیمروں کو انسان کی شخصی آزادی کے لئے دھچکہ قرار دیا کیونکہ انسان کی حرکات وسکنات پر پولیس کی جانب سے کسی بھی قسم کی گرفتاری یا پوچھ گچھ کرنا خلاف قانون عمل ہے جب تک کہ کوئی جرم ان سے سرزد نہ ہو جائے۔ پورے یورپ میں ٹرانسپورٹ سسٹم کے لئے پیشگی وارننگ سسٹم سوفٹ ویئر کے لئے دلچسپی کا اظہار کیا گیا ہے۔ جبکہ یہ سسٹم لندن کے لیورپول اسٹریٹ اسٹیشن میں آزمایا جا چکا ہے۔ موجودہ حالات کے تناظر میں اس قسم کے کیمروں کو سائنس دان حفاظتی نقطہ نظر سے ایئرپورٹوں پر نصب کرنے پر بھی غور کر رہے ہیں۔

ڈسپوزیبل موبائل فون

موبائل فون کے بڑھتے ہوئے استعمال کے بعد اب مختلف موبائل کمپنیوں نے ان میں نت نئے سسٹم ڈالنا شروع کر دیئے ہیں۔ ان کے رنگین اسکرین پر ای میل بھیجنے اور اس پر مختلف ویڈیو گیمز کا استعمال اب عام سی بات بن چکا ہے۔ اب یہ کمپنیاں ایسے ڈسپوزیبل موبائل فون متعارف کروا رہی ہیں جو کہ ایمرجنسی یا کسی دوسری ضرورت کے تحت استعمال کئے جا سکیں گے اور بعد ازاں ان کو پھینکا جا سکے گا۔ یہ موبائل فون نہ صرف اتنے چھوٹے ہوں گے جو کہ آپ کے بٹوے کے اندر آ سکتے ہیں بلکہ یہ انتہائی کم قیمت یعنی ۳۰ ڈالر کے ہیں جس سے ۳۰ منٹ بات کرنے کے بعد اس کو پھینکا جا سکتا ہے لیکن اس قسم کے موبائل فون کا استعمال کال کرنے کے لئے ہی کیا جا سکتا ہے۔ البتہ کال کرنے والا صرف مطلوبہ افراد کے نمبرز بولے گا اور وہ اپنے اندر دیئے ہوئے جدید ڈیجیٹل سسٹم کی بدولت اس سے فوری طور پر رابطہ کرا دے گا۔

دماغی خلیات کی تیاری کا کامیاب تجربہ

سائنسدان جنین کے خلیات سے تیار شدہ دماغ کے خلیات دوبارہ بنانے کی کوششوں میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ بھول کے مرض الزائمر اور رعشے کے مرض پارکنسن سے

متاثرہ افراد کو علاج کے اس طریقے میں ماں کے پیٹ میں ضائع ہونے والے جنین کے دماغی خلیات سے لے کران کی پرورش اور بڑھوتری کے تجربات کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ یہ خلیات جو لعلی موروثی خلیات کہلاتے ہیں موت کے ۲۰ گھنٹے بعد میں بھی حاصل کئے گئے اور یہ نہ صرف زندہ ہی رہے بلکہ ان کی تعداد میں اضافہ بھی دیکھا گیا۔ اس طریقے میں اخلاقی رکاوٹیں حائل ہیں۔ اس کو مکمل طور پر کامیاب ہونے کی صورت میں کئی دماغی اور اعصابی امراض کا علاج ممکن ہو جائے گا۔ دماغی خلیات کی تیاری یقیناً ایک انقلابی قدم ہے جس کے بعد بہت سے سربستہ انسانی رازوں سے پردہ اُٹھایا جا سکے گا۔

سیلف کلینگ ونڈوز

سائنسی تحقیق نے جہاں بہت سے شعبوں میں حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کی ہیں وہاں گھریلو استعمال کی بہت سی اشیاء نے زندگی کو آرام دہ بنا دیا ہے جس کی واضح مثال سن کلین گلاسز (Sun Clean Glasses) ہیں جن پر ایک خاص قسم کی کوٹنگ کی گئی ہے جو کہ پرندوں کے بیٹھنے یا اُڑنے سے پیدا ہونے والی گندگی اور عام دھول کو سورج کی روشنی پڑتے ہی ختم کر دیتی ہے اور اگر سورج کی روشنی نہ ہو تو بارش کا پانی پڑنے سے بھی یہ شیشے از خود صاف ہو جاتے ہیں۔ ان پر کسی قسم کا کپڑا یا دوسری چیز استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اس طرح یہ اپنی نوعیت کی ایک منفرد ایجاد ہے۔ امریکہ سمیت یورپ ممالک میں اس قسم کی کھڑکیاں بہت مقبول ہو رہی ہیں۔ سن کلینگ ونڈوز ٹکنیک اب الٹراوائلٹ لائٹ کو روکنے کے لئے انسولیٹڈ شیشوں میں بھی استعمال کی جا رہی ہیں۔

(ماخوذ از ہفت روزہ ''اخبار جہاں'' اپریل، مئی ۲۰۰۲ء)

قراردادِ تعزیت

صدرانجمن احمدیہ پاکستان

صدرانجمن احمدیہ کا یہ خصوصی اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کی المناک وفات پر گہرے رنج اور دکھ کا اظہار کرتا ہے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت قمرالانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے سب سے بڑے فرزند ارجمند تھے۔ آپ ۲۸ فروری ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ قادیان کے پاکیزہ ماحول میں آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی، گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایشن کے بعد آپ نے آئی سی ایس کا امتحان پاس کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان تشریف لے گئے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران آپ کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی پاکیزہ صحبت اور رفاقت حاصل رہی، جن کے ساتھ بچپن سے ہی گہری دوستی کا تعلق تھا۔ انگلستان سے واپس آکر آپ نے سرکاری ملازمت اختیار کی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی حیثیت سے وطن عزیز پاکستان میں خدمات کا آغاز کیا۔ بعد میں مغربی پاکستان کے سیکرٹری فنانس، ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے علاوہ ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن پاکستان اور صدر مملکت کے اقتصادی مشیر کے طور پر کلیدی خدمات کی توفیق پائی۔

دوران ملازمت آپ کی شہرت ایک فرض شناس، قابل اعتماد، باکردار، بااصول، محنتی اور منکسر المزاج افسر کی تھی۔ اس دوران ملک و قوم اور انسانیت کی بلا امتیاز مذہب و ملت بے لوث خدمت، راست گوئی اور امانت و دیانت ہمیشہ آپ کا طرۂ امتیاز رہے۔

آپ کو شعبہ اقتصادیات میں خصوصی مہارت اور گہرا تجربہ حاصل تھا۔ چنانچہ ریٹائرمنٹ کے بعد بین الاقوامی مالیاتی اداروں نے آپ کی خدمات حاصل کیں اور آپ ڈائریکٹر ورلڈ بنک اور ایگزیکٹو سیکرٹری آئی ایم ایف کے وقیع عہدوں پر فائز رہے۔

ایک عرصہ تک بطور نائب امیر جماعت احمدیہ امریکہ کے کام کرنے کے بعد ۱۹۸۹ء سے آپ بطور امیر خدمات بجا لا رہے تھے۔ آپ کے دورِ امارت میں جماعت امریکہ نے ترقیات کے کئی نئے سنگ میل طے کئے۔ آپ نے اپنی اقتصادی مہارت کا سکہ یہاں بھی منوایا اور امام وقت کی عین خواہش کے مطابق جماعت احمدیہ امریکہ کی مالی قربانیوں میں نہایت عمدہ اور ٹھوس منصوبہ بندی کر کے غیر معمولی وسعت پیدا کی اور امریکہ مالی قربانی کے میدان میں صفِ اوّل

کے ممالک میں شمار ہونے لگا۔ امریکہ میں نئی بیوت الذکر کی تعمیر و توسیع اور نئے مشن ہاؤسز کی خرید کے علاوہ مرکزی بیت الذکر بیت الرحمان کی تعمیر بھی آپ کا ایسا کارنامہ ہے جو جماعت کی تاریخ میں یادر ہے گا۔

سیدنا حضرت مصلح موعود کی دامادی کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا۔ حضرت مصلح موعود نے آپ کے ساتھ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ کی رخصتی کے موقع پر منظوم کلام میں اپنی دلی محبت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو اپنی ''آنکھوں کا تارا'' فرمایا تھا۔ اور بلاشبہ اپنے اخلاق کریمانہ اور عظمت کردار کی وجہ سے آپ جہاں بھی رہے اپنے ماحول کی ہردلعزیز شخصیت رہے۔

آپ ایک نہایت متقی، دعا گو، عبادت گزار، خداترس انسان اور صلہ رحمی کے حق ادا کرنے والے نافع الناس وجود تھے۔ آپ نہایت مخلص، ایثار پیشہ، فدائی خادم سلسلہ اور وفا شعار مثالی احمدی تھے۔

اعلیٰ ترین دنیوی عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود سادگی، قناعت اور تواضع وانکسار آپ کا شیوہ تھا۔ ہمیشہ آپ نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی مثال قائم کر کے دکھائی۔ خلافتِ احمدیہ کے ساتھ وابستگی اور اطاعت کا تعلق آخر دم تک بڑی وفا کے ساتھ نبھانے کی توفیق پاتے رہے۔

دینی و دنیوی لحاظ سے جدوجہد سے بھرپور اور مصروفیات سے معمور زندگی گذار کر واشنگٹن امریکہ میں خدا کا یہ وفادار بندہ ۲۲ جولائی ۲۰۰۲ء (ساڑھے گیارہ بجے شب) بعمر ۸۹ سال اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

صدر انجمن احمدیہ آپ کی المناک وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، مرحوم کی اہلیہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ، آپ کے بھائی صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب اور ہمشیرہ صاحبزادی امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ سید محمد احمد صاحب، عزیز ظاہر احمد صاحب نیز جماعت ہائے احمدیہ امریکہ سے دلی تعزیت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے۔ اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

ہم ہیں ممبران صدر انجمن احمدیہ پاکستان

Monthly

KHALID

C. Nagar

Editor:
IsfandYar Muneeb

September 2002
Regd. CPL # 139